ABC سے تصدیق شدہ اشاعت

ماھنامہ

مرآۃ العارفین

لاہور

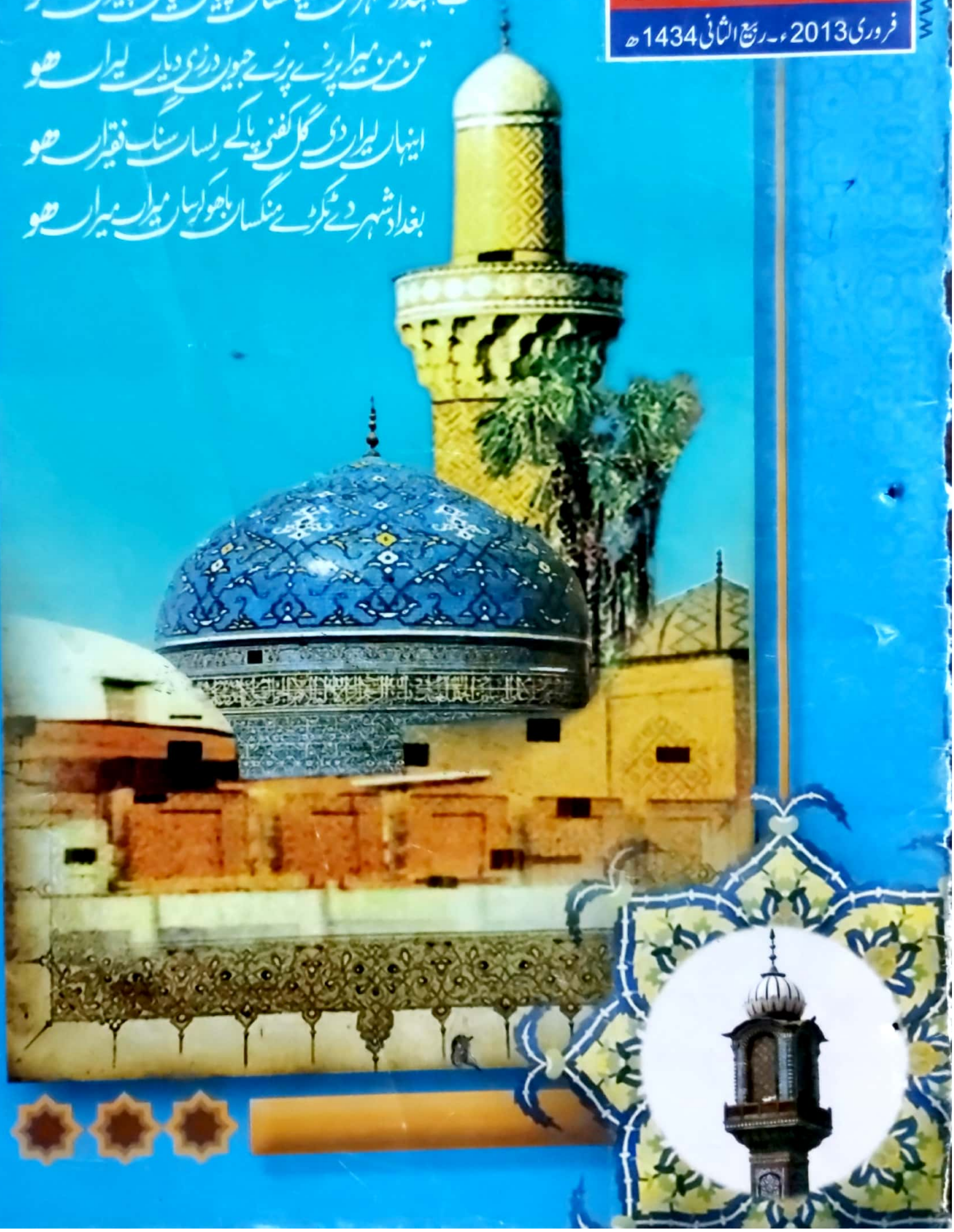
انٹرنیشنل

جلد نمبر 13 شمارہ نمبر 10

فروری 2013ء۔ ربیع الثانی 1434ھ

WWW.ALFAQR.NET

ب: بغداد شہر دی کیا نشانی اچیاں لمیاں چیراں ھو
تن من میرا پرزے پرزے جیوں درزی دیاں لیراں ھو
اینہاں لیراں دی گل کفنی پا کے رلساں سنگ فقیراں ھو
بغداد شہر دے ٹکڑے منگساں باھو کرساں میراں میراں ھو





UNIQUE
A Top Selling Brand
پروپرائیٹر
اللہ بخش کورائی
New Model
Model With New Style
پیش ہے نئی UD-70
وہی طاقت وہی معیار
Pakistan Standards
(PSQCA)
QUALITY ASSURED
(ISO 9001) Certified
EDB
UNIQUE
UD70
CRYSTAL HEAD LIGHT
MORE CAPACITY OF FUEL TANK
ECHO POWER ENGINE
NEW POWER FULL FRONT HUB
SHOCKS TO RULE ANY KIND OF TERRANIN POWER PACK
پنجاب بھر سے کاروباری حضرات یونیک موٹر سائیکل
کی ڈیلر شپ کے لئے رابطہ فرمائیں
ڈی ایس موٹرز حیدر آباد سندھ
کورائی یونیک سنٹر ڈیرہ غازی خان
064 2469166

دفتر اصلاحی جماعت و عالمی تنظیم
یونٹ عارف والا
0301-4485782

مسلسل اشاعت کا تیرھواں سال



بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ فیضانِ نظر:

سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی صاحب سروری قادری

MIRRAT UL ARIFEEN INTERNATIONAL

ماہنامہ مرآۃ العارفین انٹرنیشنل لاہور

چیف ایڈیٹر
صاحبزادہ سلطان احمد علی

ایڈیٹر
طارق اسمٰعیل ساگر

نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسمِ شبیری (اقبال)

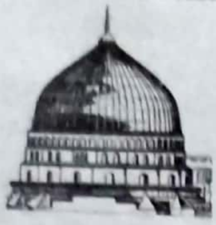
سلطان العارفین حضرت سلطان باھو کی نسبت سے شائع ہونے والا فلسفۂ وحدانیت کا ترجمان۔
اصلاحِ انسانیت کا پیمبر اتحادِ ملّتِ بیضا کے لئے کوشاں۔ نظریۂ پاکستان کی روشنی میں استحکامِ پاکستان کا داعی

اس شمارے میں

برائے خط و کتابت ماہنامہ مرآۃ العارفین انٹرنیشنل P.O.Box No.11 جی پی او، لاہور
Ph&Fax: +92-42-37509009
E-mail: miratularifeen@hotmail.com
www.alfaqr.net

پبلشر سجاد علی چوہدری نے قاسم نعیم آرٹ پریس ... روڈ لاہور ... 16 ...

اللّٰہ





يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْٓا اٰبَآءَكُمْ وَاِخْوَانَكُمْ اَوْلِيَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْاِيْمَانِ ط

ترجمہ: اے ایمان والو! تم اپنے باپ (دادا) اور بھائیوں کو بھی دوست نہ بناؤ اگر وہ ایمان پر کفر کو محبوب رکھتے ہوں۔ (التوبہ: ۲۳)

لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَّلَدِهٖ وَوَالِدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ٥

ترجمہ: "تم میں سے کوئی بھی مومن نہیں جب تک کہ وہ مجھے اپنے والدین اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ رکھے"۔ (مشکوٰۃ المصابیح)



سرِّ ربانی محبوب سبحانی غوث الاعظم محی الدین

سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ

فرمان

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ "جو شخص کسی مالدار (کی تعظیم) کے لئے اس مال کی خواہش میں جو اس کے ہاتھ میں ہے اپنی جگہ سے ہلا تو اس کا دو تہائی دین جاتا رہا۔"

سُن لو اے منافقو! یہ اُس شخص کے لیے جس نے مالداروں کے لیے حرکت کی، پھر کیا پوچھنا اس کا نماز، روزہ اور حج بھی انہیں کے لیے ہو اور ان کے چوکھٹوں کو چومتا رہے۔ اے شریک خدا قرار دینے والو (کہ مالداروں کو خدا کی طرح حاجت روا اور مستحق صوم وصلوٰۃ سمجھتے ہو) تمہیں حق تعالیٰ اور اس کے رسول کی مطلق خبر نہیں۔ مسلمان بنو اور توبہ کرو اور توجہ میں اخلاق کی شان حاصل کرو تا کہ تمہارا ایمان تندرست اور تمہارا ایقان قوی ہو جائے اور تمہاری توحید کو نشوونما حاصل ہو کہ اس کی شاخیں عرش تک جا چڑھیں۔

صاحبزادہ! جب تیرا ایمان پرورش پا جائے گا اور اس کا درخت اونچا چڑھ جائے گا تو حق تعالیٰ تجھ کو خود سے اور ساری مخلوق سے بے نیاز کر دے گا۔ (الفتح الربانی: ۲۰۸)



سلطان العارفین

حضرت سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ

فرمان

دلے وِچ دل جو آکھیں سو دل دور دلیلوں ھو
دل دا دور اگوہاں کیجئے کثرت کنوں قلیلوں ھو
قلب کمال جمالوں جسموں جوہر جاہ جلیلوں ھو
قبلہ قلب منور ہویا باھو خلوت خاص خلیلوں ھو



فرمانِ قائداعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ

اسلام سب انسانوں کے لیے انصاف، رواداری، شرافت، دیانت، اور عزت کے ساتھ اعلیٰ ترین اصولوں پر مبنی ہے۔ صرف ایک خدا کا تصور اسلام کے بنیادی اصولوں پر مبنی ہے۔ اسلام میں انسان انسان میں کوئی فرق نہیں ہے۔ مساوات، آزادی اور اخوت، اسلام کے اساسی اصول ہیں۔ (کراچی بار ایسوسی ایشن۔ 25 جنوری 1948ء)



فرمانِ علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ

ردائے دین و ملت پارہ پارہ
قبائے ملک و دولت چاک در چاک
مرا ایماں تو ہے باقی و لیکن
نہ کھا جائے کہیں شعلے کو خاشاک

(بال جبریل)

(سرالاسرار فی ما یحتاج الیه الابرار)



پیرانِ پیر، دستگیر غوث الاعظم حضرت شیخ سیدنا عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی شاھکار تصنیف

مولانا مفتی منظور حسین

آج کے اس پُرفتن معاشرے میں جب انسان مادیت کا شکار ہو چکا ہے ''لادینی ولاطینی'' نظریات کی بھر مار نے انسانی ذہنوں کو مفلوج بنا کر رکھ دیا ہے اور انگریزی، یورپی و بھارتی تہذیب وتمدن نے اسلامی تہذیب وتمدن کا حلیہ بھی تبدیل کر کے رکھ دیا ہے اور مسلمانوں کی بصارت وبصیرت کو اس قدر ماؤف کردیا ہے کہ اللہ رب العزت کے کلام اور اللہ والوں کے کلام کو پڑھنے اور سننے کا نہ شوق باقی رہا ہے اور نہ ہی عمل کرنے کا جذبہ فکر۔ ایسے حالات اور ایسے معاشرے میں وقت کی اہم ضرورت ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی برگزیدہ شخصیات کی تالیف وتصانیف کا بغور مطالعہ کریں اور اس پر عمل پیرا ہوں کیونکہ ان کی تصنیفات درحقیقت کلام الٰہی کی ترجمانی اور احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عملی تفسیر ہوتی ہے اور ان کا ہر قول، فعل عمل تحریر وتقریر دراصل خلقِ خدا کی بھلائی اور رہنمائی کیلئے عملی نمونہ ہوتا ہے جو حقیقت میں ﴿العلماء ورثة الانبياء﴾ کے اصلی مصداق ہوتے ہیں جن کی طرف توجہ مبذول کرواتے ہوئے اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں عالم انسانیت کو آگاہی بخشی اور فرمایا ﴿فاسئلوا اهل الذكر ان كنتم لا تعلمون﴾ اور یہ اس لیے فرمایا کیونکہ حوادث کے تیز وتند جھونکے ان کے پائے ثبات کو کبھی متزلزل نہیں کر سکتے اور زمانہ کی خونخوار نگاہیں ان کو اظہار حق سے نہیں روک سکتیں وہ ہمیشہ نڈر ہو کر حق کہتے ہیں، حق بولتے ہیں اور حق لکھتے ہیں تبھی تو علامہ اقبال بال جبریل میں فرماتے ہیں۔

☆ ہوا ہے گو تند و تیز لیکن چراغ اپنا جلا رہا ہے
وہ مرد درویش جس کو حق نے دیے ہیں انداز خسروانہ
☆ آئین جواں مرداں حق گوئی و بے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

☆ ہزار خوف ہوں لیکن ، زباں ہو دل کی رفیق
یہی رہا ہے ازل سے قلندروں کا طریق

انہیں کی معیت کی دعوت قرآن کریم میں دی گئی ﴿وکونوا مع الصادقین﴾ ان کی معیت اور صحبت کا اس لیے حکم دیا گیا کیونکہ اُن کے قلوب منبعِ انوارِ الٰہی اور ان کی ذات مرجعِ خلائق ہر زمانہ میں بنی رہی یہ خود اسلام کے صحیح نمونہ اور حضور رسالت مآب ﷺ کی زندگی کا روشن آئینہ ہوتے ہیں۔

انہیں میں سے رشد و ہدایت کا سرچشمہ، دنیائے اسلام جن کے فیض سے آج بھی گل بدامن ہے جن کی ذات گرامی تمام سلاسل کے اولیاء کرام کیلئے مینارۂ نور ہے پیرانِ پیر، دستگیر، قطبِ ربانی، محبوبِ صمدانی، سرِ سُبحانی حضرت سیّدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ ایک طرف آپ علم معنوی کے حامل جامع نور الھدیٰ تو دوسری طرف فقہ و حدیث کے معلم، شریعت حقہ کے مفتی و مصنف، مصلح اور مبلغ کی حیثیت سے بھی آپ نمایاں ہیں اور پھر بالخصوص اپنی نگاہِ فقر سے خزانہ فقر طالبوں میں بعض کو معرفت الٰہیہ اور بعض کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دائمی مجلس کی صورت میں عطا فرماتے آپ کا وہی فیضان سینہ بہ سینہ بھی اور تحریر و تصنیف کی صورت میں آج بھی موجود ہے۔

آپ نے نورِ ہدایت عامۃ الناس میں مروّج فرمانے کیلئے متعدد کتب تصنیف فرمائیں جن کے مطالعہ سے پرکیف لطف و سرور اور اطمینانِ قلبی حاصل ہوتا ہے اور تعجب خیز دقائق، حقائق اور معارف کا انکشاف ہوتا ہے اِس جہان سرائے ہستی میں انسان کو اپنی ہستی کا پتہ چلتا ہے کہ میں کس گردوں کا ٹوٹا ہوا تارہ اور کس کی تلاش و جستجو کیلئے اپنے من میں بوئی ہوئی چنبے کی بوٹی کی نفی اثبات کے پانی سے آبیاری کرتا ہوں ہر انسان کو چاہیے کہ وہ آپ کی تصانیف کا مطالعہ کرے اور اس سے اپنی ہستی سے متعلق وہ اسرار و رموز حاصل کرے جو کہ انسان کی انسانیت کی تکمیل میں مُمد ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کی معروف کتب کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

(۱) سرالاسرار (۲) الفتح الربانی (۳) یواقیت الحکم (۴) غنیۃ الطالبین (۵) فتوح الغیب (۶) الفیوضات الربانیہ (۷) المواہب الرحمانیہ (۸) جلاء الخاطر فی الباطن والظاہر (۹) دیوان غوث الاعظم۔ (ان کتب کے اسماء الفتح الربانی اور سیرت غوث الثقلین سے لیے گئے ہیں)۔

آپ کی تصنیف لطیف ''سرالاسرار فی مایحتاج الیہ الابرار'' جس کا معنی رازوں کا راز جس کی ابرار کو (نیک لوگوں کو) ضرورت ہے یعنی اس کتاب کے اندر ایک ایسا مخفی راز ہے جس کو حاصل کیے بغیر ابرار اپنے اصل مقصد کو حاصل نہیں کر پاتے اور یقیناً اس کتاب کے ذریعے حضور غوث الاعظم سیّدنا شیخ عبد القادر الجیلانی رضی اللہ عنہ کی بارگاہِ اقدس سے اس راز کو حاصل کیا جا سکتا ہے جس کو کتاب کے نام کی صورت میں پوشیدہ رکھا گیا ہے۔ یہ مقدس کتاب تقریباً ۱۰۴ عربی صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کا ترجمہ سلطان الفقر ششم حضرت سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ کی نگرانی میں سید امیر خان نیازی (مرحوم) نے کیا ہے جس کے کل صفحات ۲۱۷ ہیں جس میں فہرست انتساب اور تقریظ بھی شامل ہے اس کتاب کے متعلق حضرت سیّدنا شیخ عبدالقادر الجیلانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

> تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جو ہر حال میں دونوں جہان کو پال رہا ہے جس نے درجات کو عابدوں کے لیے اور مراتب قرب کو عارفوں کے لئے محفوظ فرمایا ہے طالبوں میں سے بعض نے ہم سے التماس کی کہ ہم ان کی خاطر ایک ایسا نسخہ تیار کریں جو اس موضوع پر ان کی پوری پوری کفایت کرے لہٰذا ہم نے ان کی فرمائش کے مطابق یہ مختصر سا رسالہ جمع کیا ہے ہم نے اس کا نام ''سرالاسرار فی مایحتاج الیہ الابرار'' رکھا ہے کیونکہ ہم نے اس میں ان مسائلِ شریعت و طریقت و حقیقت کا ذکر کیا ہے جن کی عموماً جستجو رہتی ہے یہ رسالہ کلمہ طیب لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے چوبیس ۲۴ حروف اور رات دن کے چوبیس ۲۴ گھنٹوں کی نسبت سے ایک مقدمہ اور چوبیس فصلوں پر مشتمل ہے۔ (سرالاسرار فی مایحتاج الیہ الابرار ص ۱۵)

اس کتاب کے اندر جو قابل ذکر خصوصیات ہیں وہ یہ ہیں کہ حضرت سیّدنا شیخ عبدالقادر الجیلانی رضی اللہ عنہ نے زندگی میں پیش آنے والے تمام احوال اور پھر ان میں کامیابی کے تمام راستے ذکر فرمائے اور خوش اسلوبی اور ذہن کو کسی بھی قسم کی اُکتاہٹ کو دور کرنے کیلئے ہر فصل میں ہر چیز کی دو اقسام بیان فرمائیں مثلاً مقدمہ میں ذکر فرمایا علم دو قسم کا ہے (۱) علم ظاہر (۲) علم معرفت پھر معرفت کی دو قسمیں بیان فرمائیں (۱) معرفت صفاتِ الٰہی (۲) معرفت

ذاتِ الٰہی۔اور فصلوں میں انسان کی دو حالتیں (۱) جسمانی (۲) رُوحانی۔جسمانی حالت میں انسان کا درجہ عام ہے رُوحانی حالت میں انسان کا درجہ خاص ہے انسان کو﴿فی احسن تقویم﴾ پر پیدا فرمایا اور پھر اسے اسفل السافلین میں منتقل فرمانے کی بڑی لطیف اور پُر کیف بحث فرمائی۔رُوح کا جسم میں تصرف اور اس کے نتائج کو خوبصورت انداز سے واضح فرمایا،علم ظاہر کی بارہ اقسام اور علم باطن کی بارہ اقسام بیان فرمائیں،توبہ وتلقین کی احسن پیرایہ میں تصریح فرمائی،توبہَ ظاہر اور توبہَ باطن کا طریقہ ارشاد فرمایا تا کہ تزکیہَ نفس کے ساتھ تصفیہَ باطن بھی اور ساتھ صفائے قلب وصفائے سرّ کو بیان فرمایا،ظاہری و باطنی ذکر اور اس کے مراتب بیان فرمائے اور ساتھ ساتھ فرمایا کہ دل کی دو آنکھیں،لوگوں کی دو صفات،آئینہ دو قسم کا جلال و جمال۔طہارت،نماز،روزہ، حج اور زکوٰۃ ان تمام کی دو دو قسمیں بیان فرمائیں پہلے اُن کے ظاہر کے پہلو کو نمایاں فرمایا پھر اُس کے باطن پر رہنمائی فرمائی کہ اس سے پڑھنے میں زیادہ دلچسپی ہو اور حقائق سے آگاہی بھی نصیب ہو اسی لیے تو بڑی وضاحت کے ساتھ اس کے حصول کا آسان انداز اختیار فرمایا۔آپ اس کتاب کے اندر علم ظاہر اور علم باطن اور اسکے اسرار و رموز کی توجہ دلاتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

''پس ہمارے لئے دو قسم کا علم نازل کیا گیا ہے۔ایک علمِ ظاہر ہے اور دوسرا علمِ معرفت۔شریعت کا علم ہمارے ظاہر کو سنوارتا ہے اور معرفت کا علم ہمارے باطن کو۔ان دونوں علوم کے اجتماع کا نتیجہ علمِ حقیقت ہے جیسا کہ درخت اور پتوں کے اجتماع کا نتیجہ پھل ہے۔فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔'' اُس نے دو سمندر اس طرح بہائے کہ بظاہر دونوں باہم ایک نظر آتے ہیں لیکن اُن کے درمیان ایک حدِّ فاصل ہے جس سے وہ ایک دوسرے پر چڑھ نہیں سکتے۔'' محض علمِ ظاہر سے حقیقت حاصل نہیں ہو سکتی اور نہ ہی منزلِ مقصود پر پہنچا جا سکتا ہے۔عبادتِ کامل کے لئے دونوں علوم کا جمع ہونا ضروری ہے،محض ایک علم سے کام نہیں چلتا۔فرمانِ حق تعالیٰ ہے '' مَیں نے جنوں اور انسانوں کو محض اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔''یعنی اپنی معرفت کے لئے پیدا کیا ہے۔پس جو شخص اللہ تعالیٰ کو نہیں پہچانتا وہ اُس کی عبادت کس طرح کر سکتا ہے؟۔(سرالاسرار:۲۵)

آپ مزید فرماتے ہیں:

''علم دو قسم کا ہے،ایک کا تعلق زبان سے ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حجت ہے اپنے بندوں پر۔دوسرے کا تعلق دل سے ہے اور یہی علم حصولِ مقصد کے لئے کارگر ہے''۔انسان کے لئے سب سے پہلے علمِ شریعت ضروری ہے تا کہ وہ اس کے ذریعے عالمِ صفات میں اللہ تعالیٰ کی معرفتِ صفات حاصل کر سکے جس کے بے شمار درجے ہیں۔اس کے بعد ضرورت ہے علمِ باطن کی تا کہ اُس کے ذریعے روح عالمِ معرفت میں معرفتِ ذات حاصل کر سکے جو خلافِ شریعت وطریقت رسومات ترک کیے بغیر ہرگز حاصل نہیں ہو سکتی۔اِس کا حصول اُس وقت تک ممکن نہیں جب تک کہ محض رضائے الٰہی کی خاطر نمائش وریا سے پاک ریاضتیں اختیار نہ کی جائیں جیسا کہ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔'' جو لقائے الٰہی کا آرزومند ہے اُسے چاہیے کہ اعمالِ صالحہ اختیار کرے اور اپنے ربّ کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے''۔(سرالاسرار:۲۹)

یعنی ان علوم کے حصول کا مقصد صرف اور صرف اس کی ذات تک رسائی حاصل کرنا ہے اور اسی بات کا پرچار آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جیسا کہ

﴿کَمَا قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی قُلْ ھٰذِہٖ سَبِیْلِیْٓ اَدْعُوْٓا اِلَی اللّٰہِ عَلٰی بَصِیْرَۃٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِیْ﴾(یوسف:۱۰۸)

فرمانِ الٰہی ہے:۔''محبوب! آپ فرمادیں کہ میرا طریق یہ ہے کہ مَیں تمہیں اللہ کی طرف بلاتا ہوں۔مَیں اور میرے پیروکار اہلِ بصیرت ہیں''۔

﴿قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ فَبِاَیِّھِمُ اقْتَدَیْتُمْ اِھْتَدَیْتُمْ﴾(فیض القدیر جلد ۶،ص ۳۸۶)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔'' میرے اصحابؓ ستاروں کی مانند ہیں،اُن میں سے تم جس کی بھی پیروی کرو گے ہدایت پاؤ گے''۔

اس کی ترجمانی کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:

بصیرت اولیاء اللہ کے دل میں چشم روح کے کھلنے سے پیدا ہوتی ہے اور یہ علم ظاہر سے نہیں بلکہ باطن میں علمِ لدنی سے حاصل ہوتی ہے﴿کَمَا قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَعَلَّمْنٰہُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا﴾جیسا کہ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔''اور ہم نے اُسے علمِ لدنی عطا فرمایا''۔پس انسان پر واجب ہے کہ وہ اہلِ بصیرت کی

راہنمائی حاصل کرے اور عالمِ لاہوت کے عارف ولی مرشد کی تلقین سے چشمِ بصیرت وا کرے۔ اے بھائی خبردار! توبہ کرو اور اپنے ربّ کی بخشش کی طرف دوڑو ﴿کَمَا قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَسَارِعُوْٓا اِلٰی مَغْفِرَۃٍ مِّنْ رَّبِّکُمْ﴾ جیسا کہ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔ ''اور دوڑو اپنے ربّ کی بخشش کی طرف''۔ (سرالاسرار:۲۳)

اس آیت مبارکہ کے عملی نفاذ کیلئے آپ نے فرمایا:

راہِ طریقت اختیار کرو اور اُن روحانی قافلوں میں شامل ہو کر اپنے ربّ کی طرف رجوع کرو کہ عنقریب اس جہان کا راستہ منقطع ہو جائے گا اور تمہیں کوئی ساتھی نہ ملے گا۔ ہم نہ تو اس خرابہ دنیا میں مستقل قیام کے لئے آئے ہیں اور نہ ہی محض کھانے پینے اور خبیث نفسانی مہمات سر کرنے آئے ہیں۔ تمہارے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام تمہارے منتظر ہیں اور تمہاری خاطر غمزدہ ہیں ﴿کَمَا قَالَ عَلَیْہِ السَّلَامُ غَمِّیْ لِاَجَلِ اُمَّتِیَ الَّذِیْ فِیْ اٰخِرِ الزَّمَانِ﴾ جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔ ''مَیں اپنے اُن امّتیوں کے لئے غمزدہ ہوں جو آخری زمانہ میں آئیں گے''۔ (سرالاسرار:۲۵)

سالک کے لئے ضروری ہے کہ وہ ذہین وصاحبِ بصیرت ہو جیسا کہ کسی شاعر نے کہا ہے:۔

اِنَّ لِلّٰہِ عِبَادًا فُطَنًا
طَلَّقُوا الدُّنْیَا وَخَافُوا الْمِحَنَا
جَعَلُوْھَا لُجَّۃً فَاتَّخَذُوْا
صَالِحَ الْاَعْمَالِ فِیْھَا سُفُنًا

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ کے ایسے ذہین بندے بھی ہیں جنھوں نے دنیا کی مشقتوں سے ڈر کر دنیا کو طلاق دے ڈالی اور دنیا کے بھنور میں اُترے بھی تو اعمالِ صالحہ کی کشتی میں بیٹھ کر ہی اُترے''۔

سیّدنا شیخ عبدالقادر الجیلانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

سالک کو چاہیے کہ وہ اپنی نظر امورِ دنیا کے انجام پر رکھے، دنیا کی زوال پذیری پر غور و فکر کرے اور احوالِ دنیا کی ظاہری زیب و زینت وحلاوت کے فریب میں نہ آئے۔ اہل تصوف کا کہنا ہے کہ احوال کی طرف جانے والی راہیں اُن کے ماحول کے مطابق بنتی چلی جاتی ہیں۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔ ''اللہ تعالیٰ کے خفیہ منصوبوں سے صرف وہ لوگ نہیں ڈرتے جو خسارے میں ہیں''۔ ﴿قَالَ فِیْ حَدِیْثِ الْقُدْسِیِّ یَا مُحَمَّدُ بَشِّرِ الْمُذْنِبِیْنَ بِاَنِّیْ غَفُوْرٌ وَّاَنْذِرِ الصِّدِّیْقِیْنَ بِاَنِّیْ غَیُوْرٌ﴾ حدیثِ قدسی میں فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔ ''اے محمد! گنہگاروں کو بشارت دیجئے کہ مَیں غفور ہوں اور صدیقوں کو ڈرایئے کہ مَیں غیور ہوں''۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔ ''اولیا اللہ خوفِ الٰہی کے باعث مقامِ علیّین تک پہنچ جاتے ہیں''۔ خوف کا اُمید پر غالب آنا ہی بہتر ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ بشریت کی بنا پر دھوکا کھا جائے اور کسی ایسی وجہ سے اُس کا راستہ منقطع ہو جائے۔ جب تک اُس کی صحت اچھی رہے خوف کو اُمید پر غالب رکھے اور جب بیمار ہو جائے تو اُمید کو خوف پر غالب رکھے۔ ﴿قَالَ عَلَیْہِ السَّلَامُ لَوْ وُزِنَ خَوْفُ الْمُؤْمِنِ وَرِجَآئُہٗ یَسْتَوِیَانِ﴾ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔ ''اگر مومن کے خوف اور اُس کی اُمید کو تولا جائے تو وزن میں برابر نکلیں گے لیکن بوقتِ نزع اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اُس کی اُمید خوف پر غالب آ جاتی ہے''۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مزید فرمان ہے:۔ ''تم میں سے جب کوئی مرے تو اِس حالت میں مرے کہ اُس کا گمان اللہ تعالیٰ کے ساتھ اچھا ہو اور وہ اُس کی آیاتِ رحمت مثلاً: ﴿بِقَوْلِہٖ تَعَالٰی وَرَحْمَتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ وَّبِقَوْلِہٖ تَعَالٰی رَحْمَتِیْ سَبَقَتْ غَضَبِیْ﴾ ''اور میری رحمت ہر چیز کو محیط ہے'' اور ''میری رحمت میرے غضب پر سبقت لے گئی۔'' اور ''بے شک اللہ تمام مہربانوں سے بڑا مہربان ہے۔'' ''میں غور و فکر کر رہا ہو''۔ پس سالک پر واجب ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے قہر وغضب سے فرار ہو کر اُس کے لطف و کرم کی طرف لپکے اور فرار پر فرار اختیار کر کے نہایت ہی عجز و انکساری کے ساتھ عرض و التماس کرتے ہوئے، عذر و معذوری کا اظہار کرتے ہوئے اور اپنے گناہوں کا اعتراف کرتے ہوئے اُس کے درِ رحمت پر سر رکھ دے۔ (سرالاسرار:۲۱۵)

یاد رکھیں اولیائے کاملین جب دُنیا میں ہوتے ہیں تو اپنی نگاہِ ولایت اور نگاہِ فراست اور اپنی تبلیغ کے ذریعے لوگوں کے دلوں کی کھیتی کو سرسبز و شاداب فرماتے ہیں اور بعد میں آنے والوں کے لیے تحریر و تصنیف کی صورت میں اُن کی ظاہری و باطنی تعلیم و تربیت فرماتے ہیں تاکہ اُن کی تحریر اور اُن کی تصانیف کا مطالعہ کر کے آنے والی نسلیں اپنی زندگی کے مقصد کو کامل طور پر حاصل کر سکیں اسی طرح حضرت سیّدنا شیخ عبدالقادر الجیلانی رضی اللہ عنہ نے اپنی ظاہری زندگی میں لوگوں کو راہِ ہدایت پر گامزن کر کے اُن کو اُن کے اصل مقصد تک پہنچایا جیسا کہ سلطان العارفین حضرت سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب

شمس العارفین میں فرماتے ہیں۔

''الغرض! عارف باللہ، مظہرِ متبرکاتِ قدرتِ سبحانی، محبوبِ ربانی، پیر دستگیر حضرت شاہ عبدالقادر جیلانی قدس سرّہٗ دورانِ حیات ہر روز پانچ ہزار مریدوں اور طالبوں کو اِس شان سے بامراد فرماتے رہے کہ تین ہزار کو مشاہدۂ نورِ وحدانیت اور معرفت ''اِلَّا اللّٰہُ'' میں غرق کر کے ''اِذَا تَمَّ الْفَقْرُ فَھُوَ اللّٰہُ'' کے مرتبے پر پہنچاتے رہے اور دو ہزار کو مجلس محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حضوری سے مشرف فرماتے رہے۔ توجہِ باطنی سے حضوری کا یہ سلک سلوک اور حاضراتِ اسمِ اللہ ذات وحاضراتِ کلمہ طیبات سے حاصل ہونے والے ذوق شوق اور سخاوت وتصور وتصرف کامل کا یہ سلسلہ طریقۂ قادریہ میں ایک سے دوسرے تک منتقل ہوتا چلا آرہا ہے اور قیامت تک منتقل ہوتا چلا جائے گا کہ یہ طریقہ آفتاب کی طرح روشن ہے جس نے اپنے نورانی فیض سے ہر دو جہان کو روشن کر رکھا ہے۔''

المیہ یہ ہے کہ بجائے اس کے کہ ہم اولیائے کاملین کی کتب کا مطالعہ کر کے رہنمائی حاصل کرتے لیکن ہم نے نہ صرف کتب سے اعراض کیا بلکہ ان کو سرے سے گنوا دیا اور ہماری وہ میراث غیروں کی لائبریریوں کی زینت بنی ہوئی ہے بقول اقبال

گنوا دی ہم نے جو اسلاف سے میراث پائی تھی
ثریا سے زمیں پر آسماں نے ہم کو دے مارا
مگر وہ علم کے موتی، کتابیں اپنے آباء کی
جو دیکھیں ان کو یورپ میں تو دل ہوتا ہے سیپارا

اُسی میراث کو پھر سے حاصل کرنے کیلئے دربارِ پُرانوار سلطان العارفین حضرت سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ سے اصلاحی جماعت کا قیام عمل میں لایا گیا کہ قرآن مجید اور احادیث مبارکہ کی روشنی میں اولیاءِ کاملین کی تعلیمات کو عوام الناس تک پہنچایا جائے۔ اور آج میرے مرشد کریم حضرت سلطان محمد علی صاحب مدظلہ العالی نے اس عالمگیر مشن کی تکمیل کیلئے اصلاحی جماعت وعالمی تنظیم العارفین اور ماہنامہ مرآۃ العارفین کی صورت میں قریہ قریہ بستی بستی، نگر نگر (Door to Door) یہ علم بلند فرمایا ہے کہ مردہ دلوں کو زندگی، خفتہ ارواح کی بیداری، خزاں رسیدہ تنوں کی آبیاری، تزکیہ نفس، تصفیۂ قلب اور تجلیہ روح کی آشکاری کیلئے اولیائے کاملین کی تعلیمات کو عملی جامہ پہنا کر کھوئے ہوئے گوہر نایاب کو پھر سے حاصل کریں۔





تصوّف اور علمِ تصوّف حضرت سُلطان باھُو کی نظر میں

صاحبزادہ میاں محمد ضیاالدین

رُوحانیت، علومِ باطن، راہِ طریقت، راہِ معرفت اور تصوف یہ سب ایک ہی مضمون کے مختلف عُنوانات ہیں اِنہی عنوانات کی شہ سُرخیوں میں خزائنِ الٰہی کے بحرِ بیکراں تک پہنچنے کے راستوں کی نشاندہی کی گئی ہے اور جہاں اُن راستوں میں آنے والی مشکلات، خطرات، رہزنوں، بلاؤں اور راہ ہائے پُر خار کا ذکر ہے وہیں منزلِ مقصود پر پہنچ جانے کے بعد وصل کے نخلستانوں میں قربِ محبوب کی بہاروں میں آغوشِ محبت کے چمن زاروں میں رُخِ یار کے جمال سے ناز کی کِھلتی کلیوں پہ حُسن کی ٹپکتی شبنم اور سُخن ہائے راز و نیاز کی چلتی بادِ نسیم کے جھونکوں سے اُٹھنے والی عشق کی معطّر و مطہّر خُوشبو اور اِس سارے ماحول و موسم میں ملنے والی لذّتِ دیدارِ یار کا ذکر بھی ہے۔

دُنیا میں بے شمار اقسام کے عُلُوم ہیں ہر علم کی اپنی خاصیّت اور تاثیر ہے کسی بھی علم کے خواص کو جاننے کیلئے اُس پر گہرا مطالعہ اور وسیع تجربہ رکھنے والا ''ایکسپرٹ'' ہی صحیح سمت میں رہنمائی کرسکتا ہے۔ تصوُّف بھی ایک وسیع و عریض علم ہے جس کے خواص اور تاثیر سے آشنائی کوئی رہبرِ کامل ہی کرسکتا ہے اِس لئے سُلطان العارفین سلطان الفقر حضرت سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ رُوحانی تجربات اور وُسعتِ علم سے اِستفادہ کرتے ہیں۔ آپ نے اپنی تصانیفِ فارسی میں رموزِ تصوف اور ''اسرارِ دلبراں'' کو بڑے دلآویز اور دلنشین پیرائے میں بیان کیا ہے۔ تصوف کے خواص اور انفرادیت پر آپ فرماتے ہیں:

> ''علم تین قسم کا ہے اور تین طریق کا ہے ایک اعرابی شعراً کا علم، دوسرا علماء کا علم اور تیسرا تصوّف فقرا و اولیاء کا معرفتِ توحید کا علم۔ شعراً کا علم بلاغت و فصاحت اور دانش و شعور کا علم ہے اور فقرائے اہلِ تصوف عارف اولیائے اللہ کا علم قرب اللہ حی قیوم کی حضوری کا علم ہے۔ جہاں علم حضور ہے وہاں سے رسمی رواجی علم علوم، مطالعہ، کتب، رقم مرقوم اور شعر و شعور کا علم بے خبر بہت دور ہے''۔ (عقل بیدار)

> ''تصوف توفیقِ حضور سے حروف وصورت پر مشتمل اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ اعلام و کلام ہے''۔ (نور الہدیٰ)

تصوف کی تاثیر کو بیان فرماتے ہوئے حضرت سلطان باھُو فرماتے ہیں:

> ''تصوف دل سے ماسویٰ اللہ کا زنگ اُتارنے کی راہ ہے جس میں تصورِ ربانی سے حضوری کا شرفِ لطیف، رُوحانیتِ قبور کا تصرف، توجہ قرب اللہ کی توفیق تفکر فنافی اللہ کی تحقیق اور جامع الجمعیت رفاقتِ حق پائی جاتی ہے''۔ (عقل بیدار)

راہِ تصوف جہاں مشکلات اور امتحانات سے بھرپور ہے وہیں جب سالک اپنی منزلِ مراد کو پہنچ جاتا ہے تو یہی راستہ اختیارات اور تصرفات کی عطأ گاہ بن جاتا ہے۔ بقول حضرت سُلطان باھُو:

''اہلِ تصوف عارف باللہ عالم کی زبان اللہ کی تلوار ہوتی ہے''۔(محک الفقر)

''اگر رُوئے زمین کے تمام زاہدوں کو جمع کر لیا جائے تو وہ عاشق عارف باللہ کی نیم نظر ہی سے راکھ ہو کر نیست و نابود ہو جائیں''۔(محک الفقر)

''بھلا زاہد میں کہاں مجال کہ وہ عاشق عارف باللہ کے سامنے دم مارے کہ عارف باللہ صاحبِ تصوف ہوتا ہے اور تصوف ہر علم پر غالب ہے''۔(محک الفقر)

تصوف کی تشریح کیلئے صُوفیاؑ نے ہزار ہا دفاتر رقم کئے ہیں آج کے جدید جامعات میں جستجوئے تصوف میں روز بروز اضافہ اور شدّت آتی جا رہی ہے مگر مغزِ تصوف کو آسان ترین الفاظ اور مختصر ترین بیان میں لانا کسی کے بس میں نہیں دیکھا گیا لیکن حضرت سُلطان باھُو نے بڑی خُوبی سے اِس ذِمّہ داری کو نبھایا ہے آپ فرماتے ہیں۔

''تصوف کے کیا معنی ہیں؟ تصوف دل کی کامل صفائی معرفت الٰہی اور استغراق توحید ربانی کا نام ہے''۔(محک الفقر)

''تصوف کے کیا معنی ہیں؟ تصوف کے معنی ہیں توحید۔ توحید کے کیا معنی ہیں؟ اللہ ہی اللہ''۔(محک الفقر)

تصوف ایسا علم ہے جس کی وُسعت کا اندازہ لگانا عقلِ جُزی یا عقلِ ناقص کے بس کی بات نہیں عقل فقط بظاہر نظر آنے والے انکشافات و اظہارات کا تعیُّن کر سکتی ہے مگر جب بات ایک لامحدود ہستی کے انوار و جمال کے مُشاہدے کی ہو اور اُس مُشاہدے کا ذریعہ علمِ تصوف کو قرار دیا جائے تو یہ کہنا بے جا نہیں کہ علمِ تصوف کا احاطہ اور تعیُّن بھی عقلِ ناقص نہیں کر سکتی مگر فقر کا سُلطانِ پنجم جو نہ صرف عقلِ کامل رکھتا ہے بلکہ ناقص عقل کی کاملگری کے گُر بھی اپنی کُتبِ عالیہ میں بیان کرتا ہے۔ حضرت سُلطان باھُو نے تصوف کے بطورِ علم ہونے کے یوں گرہ کُشائی فرمائی:

''جان لے کہ نفس مسائل علمِ فقہ پڑھنے، علمِ عربی پڑھنے اور طاعتِ خداوندی میں ریاضتِ ظاہری کرنے سے بے حد موٹا ہوتا ہے، خَلقِ خدا میں نیک نامی و شہرت سے بہت خوش ہوتا ہے اور ہوائے خود پسندی میں مبتلا ہو کر خود کو لوگوں کی نظروں میں آراستہ و پیراستہ کیے رکھتا ہے لیکن علمِ تصوف یعنی علمِ وحدانیتِ توحید اور علمِ معرفتِ الٰہی پڑھ کر شرمندہ ہوتا ہے اور ذکرِ خفیہ میں مشغول ہو کر اپنی جان کا گوشت کھاتا ہے اور خوفِ خدا میں رو رو کر اتنی آہ و زاری کرتا ہے کہ ہڈیوں سے مغز نکل آتا ہے۔ اِس پوشیدہ و بے ریا ریاضت سے خونِ جگر پیتا ہے اور لاغر ہو کر ہوا سے فارغ ہو جاتا ہے اور نیست و نابود ہو کر غرق فنا فی اللہ ہو جاتا ہے۔ یہ ہے وہ علمِ تصوف کہ جس کا پڑھنا فرضِ عین اور سنتِ انبیاء علیہم السلام ہے، اِس کے پڑھنے سے مراتبِ اولیا تک رسائی اور مجلس محمدی ﷺ کی دائمی حضوری نصیب ہوتی ہے''۔(کلید التوحید کلاں)

''باطن میں مجلس محمدیؐ میں داخل ہونے اور تمام انبیاء و اولیاء اللہ سے ملاقات کرنے کا نام علمِ تصوف ہے''۔(نور الہدیٰ)

''علمِ تصوف کے چار طریقے ہیں، چار گواہ ہیں، چار مقام ہیں اور چار راستے ہیں تصوف کا پہلا خاص الخاص طریق شریعت ہے دوسرا طریقت ہے جو بال سے بھی زیادہ باریک ہے تیسرا حقیقت ہے جس سے ذاتِ حق کے مشکل و دقیق ترین نکات کی گرہ کشائی ہوتی ہے اور چوتھا معرفت ہے جس میں معرفت الٰہی کا بے پایاں و عمیق دریائے توحید موجزن ہے۔ جس کا تعلق علمِ فقہ سے ہے اور علمِ فقہ کا تعلق علمِ حیا سے ہے۔ علمِ حیا کا تعلق دل میں دَرد و داغِ محبتِ مولیٰ سے ہے۔ علمِ تصوف دیگر ہر علم سے برتر ہے۔ جو آدمی علمِ تصوف کے دائم مطالعہ میں نہیں رہتا وہ ہر وقت حرص و ہوا سے پریشان رہتا ہے علمِ تصوف علمِ رحمٰن ہے جس سے جمعیت حاصل ہوتی ہے اور علمِ دُنیا علمِ شیطان ہے جس سے پریشانی لاحق ہوتی ہے''۔(محک الفقر)

''علمِ تصوف دراصل علمِ توحید ہے''۔(محک الفقر)

''علمِ تصوف توحید پر نہایت قوی ایمان کو کہتے ہیں''۔(محک الفقر)

حضرت سُلطان باھُو نے نکتہ ہائے تصوف کی تشریح علمی تدبُّر اور رُوحانی تجربے کی امتزاج سے کی ہے جس نے تصوف کی نئی جہات اور نئے

انکشافات کو علمی دلائل پر بھرپور انداز میں منطبق کیا ہے۔ آپ بعض مقامات پر اتنی گہرائی میں چلے جاتے ہیں کہ یوں احساس ہوتا ہے کہ آپ یہ لعل و صدف ساتویں سمندر کی آخری تہہ سے نکال کر لائے ہیں اور اُن لعل و صدف کی چمک اور اُس کی شُعاعوں کا انعکاس براہِ راست قلب و روح کے آئینہ پر جلوے بکھیرتا ہے۔ وہ شُعاعیں بارش کے بعد بادل کی زیرِ آسمان جا بجا پھیلی ہوئی ٹکڑیوں کے رقصاں ہونے کے منظر کو دہراتی ہیں جس سے صاحبِ حال کے رگ و پے میں جذب و مستی بھر جاتی ہے اور وجدان کی آخری سرحدیں عبور کرتے ہوئے بھی وہ بیک وقت وصلِ خالق اور ربطِ مخلوق دونوں کے اُمور کو نبھاتا ہوا ''صُوفی'' ہو جاتا ہے۔ حضرت سُلطان باھُو کے نزدیک صُوفی ہے ہی وہی جو اِن دونوں تقاضوں اور اُمور کو ایک ساتھ ادا کرتا رہے۔ اِس کی وضاحت آپ لفظِ تصوف کی تشریح میں کرتے ہیں، مُلاحظہ فرمائیں:

''تصوف کے چار حروف ہیں "ت ص و ف"۔ حرف "ت" سے تصرف کرتا ہے اپنی جان و مال کو اللہ کی راہ میں اور اُس کا ایصالِ ثواب کرتا ہے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی رُوحِ مبارک کو، حرف "ص" سے صراطِ مستقیم پر گامزن رہتا ہے، حرف "و" سے وعدہ خلافی نہیں کرتا اور حرف "ف" سے فتح القلوب وفنائے نفس۔ جو آدمی اِن صفات سے متصف نہیں اُسے صاحبِ تصوف نہیں کہا جا سکتا''۔ (محک الفقر)

حضرت سُلطان باھُو دل کی زندگی اور بقا کا راستہ تصوف ہی کو قرار دیتے ہیں علم تصوف ہی کو انسان کو گناہوں سے بچانے کا علم قرار دیتے ہیں:

''علمِ تصوف اور تاثیر اسم اللہ ذات سے جس شخص کا نفس خصائلِ بد سے پاک ہو جاتا ہے اُس کا دل زندہ ہو جاتا ہے''۔ (نورالہدیٰ کلاں)

''علمِ تصوف کا عالم صاحبِ تقویٰ ہوتا ہے''۔ (امیرالکونین)

''جان لے کہ علمِ تصوف کی اس تصنیف کے کلماتِ ربانی کا مطالعہ کرنے والا بلاشک وشبہ رازِ کُن کی کنہہ تک پہنچ جائے گا''۔ (نورالہدیٰ)

اگر کسی کو تصوف کی جانب رُجوع نہیں تو حضرت سُلطان باھُو کے نزدیک اُس شخص پر شیطان اور نفس کے غالب آ جانے کے امکانات بڑھ جاتے ہیں۔

''جو شخص مطالعۂ علمِ معرفت اور قربِ اللہ حی وقیوم کو نظر انداز کرتا ہے وہ سیاہ دل اور شرمندہ احوال ہو کر حال و حالِ تصوف سے بے خبر رہتا ہے۔ (نورالہدیٰ)

اِسی طرح آپ تصوُّف کے حصُول کیلئے اور مراتبِ سلکِ سلوکِ تصوُّف کو طے کرنے کیلئے کسی کامل سے رہنمائی کو اوّلین ضرورت کے طور پر پیش کرتے ہیں جیسا کہ صحابہ کرام کو کامل رہنمائی ملی تو اُنہوں نے اصنام و توہّمات کو توڑ کر مُعاشرہ میں عملی طور پہ نفاذِ توحید کیا گویا رہبر اور رہنماؑ کی تلاش سُنّتِ صحابہ بھی ہے اور اِصلاحِ نفس کی ضرورت بھی۔ حضرت سُلطان باھُو کے فرامین ملاحظہ ہوں:

''ظاہر میں طریق شریعت کے دو گواہ ہیں ایک دیکھنا اور دوسرا سننا۔ باطن کے بھی دو گواہ ہیں ایک علمِ تصوف کا مطالعہ کرنا یعنی ایک دوسرے سے مسائل تصوف سننا اور دوسرے باعیان مشاہدہ کرنا۔ اس کے لئے مرشد کامل کی رفاقت کی ضرورت ہے''۔ (نورالہدیٰ)

''حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم اہلِ تصوف اور اہلِ کرامت درویشوں کے سامنے نخوت وغرور کا مظاہرہ نہ کیا کرو کہ یہ لوگ اخلاقِ انبیاء کے مالک ہوتے ہیں اور اُن کا لباس تقویٰ ہوتا ہے''۔

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اہلِ تصوف کی دعا کے مشتاق رہو کیونکہ یہ بھوک اور پیاس کی حالت میں صابر ہوتے ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ کی خاص نظر ان پر ہوتی ہے جس کی وجہ سے اُن کی دعا قبول ہوتی ہے''۔ (کلید التوحید کلاں)

''علمِ تصوف اسم اللہ سے حاصل ہوتا ہے جس کے حرف ("ا" یعنی الف) سے ہی ہزار ہا علوم منکشف ہوتے ہیں یہی وہ علم ہے جس کا اشارہ اس آیت کریمہ میں ہے" اور آدم علیہ السلام کو تمام اسماء کا علم عطا کیا گیا'' کشف کی صحیح حقیقت علمِ تصوف سے معلوم ہوتی ہے جو آدمی علمِ تصوف نہیں پڑھتا وہ خراب ہوتا ہے اسم اللہ ذات کوئی مُرشدِ کامل ہی عطا کرتا ہے کہ یہ ناقص وخام لوگوں کے بس کی بات نہیں''۔ (محک الفقر)

☆☆☆



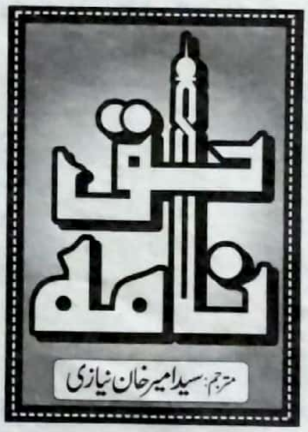
تصنیفِ لطیف از: سلطان الفقر (پنجم) سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُوؒ

فقر

مجالسۃ النبیﷺ خوردؒ

(قسط:01)

اَللّٰہُ نور ہے آسمانوں کا اور زمین کا۔ اُس کے نور کی مثال اِس طرح ہے کہ اُس نور سے کل مخلوقات نے ظہور پایا اور یہی نور کل مخلوقات کا راز بنا اور نص حدیث و آیاتِ مبارکہ کے مطابق جنوں، انسانوں، درندوں اور پرندوں کا ایسا رازق و خالقِ مطلق بنا کہ ہر ایک کو وعدہ کے مطابق رزق پہنچاتا ہے جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے:۔ ”زمین میں کوئی جاندار ایسا نہیں ہے جس کی روزی اللہ تعالیٰ کے ذمہ نہ ہو“۔



ہزاروں ہزار بے شمار اور بے حد وحساب درود ہوں سیّد السادات رسولِ ربّ العالمین خاتم النّبیّین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر کہ جن کی شان میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:۔ ”اللہ وہ ہے جس نے اپنا رسول ہدایت ودینِ حق کے ساتھ بھیجا“۔

اِس کے بعد مصنّف باھو ولد بازید رحمۃ اللہ علیہ عرف اعوان ساکن قلعۂ شور نص وحدیث اور آیاتِ تسبیح کے مطابق اسم اللہ ذات کا صحیح ذکر کرنے والے صاحبِ سِلک سلوک کو تصورِ اسم اللہ ذات کی حاضرات سے آیاتِ مبارکہ کی جو مؤثر تفسیر حاصل ہوتی ہے اور معرفتِ الٰہی کا مشاہدہ، نورِ الٰہی کا لازوال وصال اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مجلس کی حضوری کا جو شرف حاصل ہوتا ہے اُس کے متعلق چند کلمات بیان کرتا ہے۔ اللہ کے حکم اور حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اجازت سے اِس کتاب کا نام مجالسۃ النبی رکھا اور اِسے یہی خطاب دیا۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔ ”فقرا کی زبان رحمٰن کی تلوار ہے“۔ مراتبِ ”سَیْفُ الرَّحْمٰنِ“ کے لائق وہ شخص ہوتا ہے جو ہمیشہ نص وحدیث وعلمِ فقہ وتفسیر کے مطالعہ میں محور رہتا ہے اور دائم تلاوتِ قرآن کرتا ہے۔

جان لے کہ جو شخص اِس کتاب کی مکمل سیر کرے گا ع اُس پر معرفتِ اسرارِ الٰہی کا کبھی نہ ختم ہونے والا کامل مشاہدہ کھل جائے گا بلکہ جو شخص اِس کتاب کو ہمیشہ اپنے مطالعہ میں رکھے گا اور دن رات اِسے پڑھتا رہے گا اُسے ظاہری مرشد کی حاجت نہیں رہے گی کیونکہ اِس تصنیف کے مطالعہ کی تاثیر سے مطالعہ کرنے والا صاحبِ تاثیر اور روشن ضمیر ہو جائے گا اور باطن میں وہ بلاشک وشبہ نظرِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں منظور ہو جائے گا اور پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ہاتھ مبارک پر دست بیعت کر کے اُن کی بارگاہ سے تعلیم وتلقین حاصل کر لے گا جس سے اُس پر اسرارِ غیب کھل جائیں گے اور تمام طبقات کے حالات منکشف ہو کر اُس پر اتنے واضح ہو جائیں گے کہ کوئی پردہ باقی نہیں رہے گا ع۔ اِس کتاب میں جو کچھ درج ہے وہ سب اللہ تعالیٰ کا کلام ہے جو قدرتِ الٰہی سے علمِ لدنی ہے اور پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف سے الہام ہے اور حضورِ حق سے نورِ معرفتِ اِلَّا اللّٰہُ کا مغفور کلام ہے جسے بذریعہ الہام سنا گیا ہے اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ سے پیغام ہے جسے لکھ لیا گیا ہے۔ اِس کتاب کے پڑھنے سے علمِ عیانی حاصل ہوتا ہے اور اِس کتاب کے مطالعہ سے فضلِ رحمانی اور علمِ فیض حاصل ہوتا ہے بلکہ یہ کتاب فنائے نفس کا فتویٰ ہے جس کے مطالعہ سے معرفتِ الٰہی حاصل ہوتی ہے جس کے فیض سے روح فرحت پاتی ہے، سانس ذکر اللہ میں لگتی ہے اور دل زندہ ہو کر ہمیشہ اسم اللہ ذات کا ذکر کرتا رہتا ہے۔ پس

صاحبِ مطالعہ میں نہ تو ہوا رہتی ہے اور نہ ہی ہوس۔ یہ کتاب طالبانِ حق کی امداد و ہدایت اور تعلیم و تلقین کے لئے نص و حدیث و قرآن مجید کے مطابق لکھی گئی ہے، یہ قلوب کو کھولنے والا کلام ہے، اِس میں ظل اللہ کو جمعیت بخشنے کے تمام حال احوال پائے جاتے ہیں کیونکہ ظل اللہ خلق خدا کے لئے باعثِ خیر و برکت ہوتا ہے کہ وہ طالب اللہ ہوتا ہے ۔ اِنہی وجوہات کی بنا پر مجلس محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دائمی حضوری اور معبودِ برحق کی معرفت کی ابتدا و انتہا کو پالینا ہی اِس کتاب کی تحریر کا جاودانی مقصود ہے۔

بیت:۔" معرفت خدائی بھیدوں میں سے ایک بھید ہے جو عارفوں کو محمد مصطفٰے علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ سے حاصل ہوتا ہے۔"

جان لے کہ عارف باللہ دو حالتوں سے خالی نہیں ہوتے۔ عارف باللہ جب بیدار ہوتے ہیں تو طاعت و بندگی میں ہوشیار ہوتے ہیں اور جب حالتِ خواب میں ہوتے ہیں تو مشاہدۂ حق میں غرق ہو کر باادب رہتے ہیں۔ یہ مرتبہ شریعتِ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دولت و برکت سے حاصل ہوتا ہے جس سے انسان ظاہر و باطن میں منصف مزاج، حق شناس اور عادل بن کر خلق خدا میں امین ہوتا ہے اور اپنی جان و مال راہِ خدا میں دین محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام پر خرچ کرتا ہے۔

ابیات:۔(1)" دن رات مجلس نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حضوری کی طلب کر (لیکن یاد رکھ) اِس خاص نور تک مردِ مرشد ہی پہنچاتا ہے۔" (2)" جو کوئی اِس خاص راہ کا انکار کرتا ہے وہ کافر ہو کر روسیاہ ہو جاتا ہے۔" (3)" مرشدِ کامل صاحبِ قلب ہوتا ہے جبکہ مرشدِ ناقص مثل کلب (کتے کی مثل) ہوتا ہے۔" (4)" مرشدِ کامل دل خروشی کی وجہ سے کامل ہوتا ہے اور مرشدِ ناقص خود فروشی کی وجہ سے ناقص ہوتا ہے۔" (5)" باھو ہر وقت فنائے نفس کے دَر پے رہتا ہے اور ذکر و فکر کے ذریعے غرق فنافی اللہ ہو کر امن میں رہتا ہے۔"

(جاری ہے)

ABYAT-E-BAHOO

ابیاتِ باھو



ب: بے تے پڑھ کے فاضل ہوئے ہک حرف نہ پڑھیا کسے ھو
جیں پڑھیا تیں شوہ نہ لدھا جاں پڑھیا کجھ تسے ھو
چوداں طبق کرن رشنائی انھیاں کجھ نہ دسے ھو
باہجھ وصال اللہ دے باھو سبھ کہانیاں قصے ھو

TRANSLATION

With alphabetic study, many scholars never learned single word of reality, Hoo
With such study, one not obtained reality is as never learned exactly, Hoo
Fourteen realms are illuminated but blinds could not view, Hoo
Without unity (wisal) in Allah 'Bahoo' rest are tales and stories dew Hoo

ROMAN

Bay tay parh ke fazil hoey hik harf na parhiya kissay Hoo
JaiN parhiya taiN shoh na ladha jaaN parhiya kujh tassay Hoo
ChodaaN tabaq karin rushnaie anhiyaaN kujh na dissay Hoo
Bahjh wisal ALLAH day 'Bahoo' sabh kahaniyaaN qissay Hoo

Translated by; M. A. Khan



کُلیاتِ عارفانہ کلام از سید محمد بہادر علی شاہؒ پر ایک طائرانہ نظر

ڈاکٹر محمد ریاض شاہد
صدر، شعبہ پنجابی، جی سی یونیورسٹی، فیصل آباد



سید محمد بہادر علی شاہؒ کاظمی کا سلسلہ نسب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی اولاد حضرت امام موسیٰ کاظمی سے جا ملتا ہے۔ سید عبداللطیف شاہؒ المعروف امام بری سرکار بھی آپ سید محمد بہادر علی شاہؒ کے آباؤ اجداد میں سے ہیں۔ آپ کے اکابرین شورکوٹ کے شمال مغرب میں ایک گاؤں حسو والی میں آ کر رہائش پذیر ہو گئے۔ اسی مقام پر سید بہادر علی شاہؒ کی ولادت ہوئی۔

حضرت سلطان باھُوؒ کی دھرتی میں تشریف فرما ہونے کی بنا پر آپ کو رُوحانی منازل کی تکمیل کے لیے ایک بہتر ماحول ملا۔ آپ اکثر اوقات دربار حضرت سلطان باھُوؒ اور دیگر بزرگانِ دین کی قبروں پر حاضری دیتے رہے۔

سلطان العارفین حضرت سلطان باھُوؒ کے مزار کی حاضری کے دوران ہی آپ پر انوار و تجلیات کی بارش ہوتی رہی۔

مذہبی حصولِ تعلیم کے لیے سلطان سید محمد بہادر علی شاہؒ، سید محمد عبیداللہ شاہؒ کے پاس ملتان شہر چلے گئے۔ آپ چونکہ پہلے ہی رُوحانی منازل طے کر چکے تھے چنانچہ سید محمد عبیداللہ شاہؒ نے آپ کو دربار عالیہ حضرت سلطان باھُوؒ پر مزید قیام کی تجویز دے دی اس طرح بہادر علی شاہؒ طویل عرصہ تک دربار پر ہی مُقیم رہے۔

ایک رُوحانی اشارہ پانے کے بعد آپ ظاہری بیعت کے لیے عبدالغفور شاہؒ (قریشی) مٹھ شریف نزد شورکوٹ کے پاس تشریف لے گئے، وہاں پر آپ کو بیعت تو کر لیا مگر شاہ صاحب کے حکم سے آپ کو دوبارہ دربار حضرت سلطان باھُو کی خدمت کے لیے واپس بھیج دیا۔

سلطان الاولیاء حضرت سلطان سید محمد بہادر علی شاہؒ ایک صاحب کامل بزرگ ہیں جنہوں نے فقر و تصوف کی وادیوں میں نہ صرف قدم رکھا، بلکہ ہزاروں بندگانِ خدا کی رُوحانی تربیت کا فریضہ بھی سرانجام دیا۔ آپ اخلاقی رواداری اور پیکرِ حق و صداقت تھے۔ اس حوالے سے آپ ہر قدم پر لوگوں کو سچائی اور پاکیزگی کا درس دیتے۔ درس و تدریس اور پند و نصائح کے حوالے سے آپ کے اقوال اور رُوحانی کلام پڑھنے سے آپ کی فیوض و برکات سے استفادہ کیا جا سکتا ہے۔

آپ سلطان بہادر علی شاہؒ کا یہ مجموعہ کلام پہلی بار ۲۰۰۱ء میں ''مفتاح اللقاء'' کے نام سے شائع ہوا۔ اس کی اشاعت مرآۃ العارفین کے تعاون سے صوفی اللہ دتہ سروری قادری نے مرتب کی۔ اسی کلام کی دوسری اشاعت ۲۰۰۲ء میں العارفین پبلی کیشنز لاہور کے زیر اہتمام چھپ کر سامنے آئی۔

آپ کے ایک عقیدت مند جناب اے ایم شاکر آپ کے کلام پر اظہار رائے دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔

''سید سلطان محمد بہادر علی شاہؒ کا کلام تصورِ اسم اللہ ذات کے بعد پڑھنے سے راہِ حق تعالیٰ سے طالبان کو آشنا کرتا ہے۔ آپ کا کلام سالکانِ راہِ حق کے لیے مینارِ نور ہے۔ آپ کی شاعری تخیل اور تصور کی بجائے حقیقتِ حق کے بھیدوں پر مشتمل ہے اور یہ ایک ایسی کسوٹی اور پارس بھی ہے جو اگر طالب ناقص پر اثر کر جائے تو اُسے خالص بنا دیتی ہے۔''(۱)

سید محمد بہادر علی شاہؒ کا کلام مدح و مناقب پر مشتمل ہے۔ اِس کلام میں پیرانِ پیر حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؓ، حضرت سلطان باھُو، مرشد کامل حضرت سید محمد عبد اللہ شاہؒ اور سلطان محمد عبد الغفور شاہؒ کی شان میں عقیدت و محبت کے پھول نچھاور کیے گئے ہیں۔

پنجابی زبان میں مناقب کا بہت سا ذخیرہ موجود ہے۔ اکثر شعراء اپنے کلام کا آغاز حمد و نعت، سلام، بحضور حضرت امام حسینؓ اور پھر اپنے مرشد کی مدح سے کرتے ہیں۔ اُس کے بعد اصل داستان یا شاعری کا آغاز ہوتا ہے۔

منقبت پنجابی شاعری کی ایک ہر دلعزیز صنف ہے جس میں ہمارے شعراء نے بہت سا ادب تخلیق کیا ہے۔

ڈاکٹر احمد حسین قریشی منقبت کی ذیل میں لکھتے ہیں:

''جس نظم میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم یا اولیائے عظام کی تعریف کی گئی ہو۔''(۲)

منقبت کے لیے کوئی خاصی ہیت بحر یا صنف کی پابندی نہیں کی جاتی۔ یہ شاعر کا اپنا مزاج ہے کہ وہ کس صنف اور کس انداز میں اپنے ممدوح کی تعریف کے لیے الفاظ کا چناؤ کرتا ہے اور کس خوبصورتی سے اسے گلدستہ کی شکل دیتا ہے۔

پنجابی زبان میں مدح لکھنے والے شعراء میں سلطان باھُو، سید بلھے شاہؒ، وارث شاہؒ، ہاشم شاہؒ، میاں محمد بخشؒ، مِتش خواہش علی، خواجہ سلیمان جھنگ اور صوفی عبد الرحمان جھنگ نے اپنے اپنے انداز میں خوب صورت شاعری کی ہے۔

مناقب کی اوّلین مثالیں حضرت سلطان باھُوؒ کے کلام میں ہی دیکھی گئی ہیں۔ حضرت سلطان باھُوؒ نے اپنے ابیات میں شیخ عبد القادر جیلانیؓ سے دلی محبت و لگن کا اظہار کئی ایک مقام پر کیا ہے۔ جیسے:

طالب غوث الاعظم والے کدے نہ ہوون ماندے ھُو
جیں دے اندر عشق دی رتی رہن سدا کر لاندے ھُو
جیہنوں شوق مِلن دا ہووے لے خوشیاں نت آندے ھُو
دوہیں جہان نصیب تِنہاں نوں جو ذاتی اسم کماندے ھُو
(۳)

سید بہادر علی شاہؒ ''کلیاتِ عارفانہ کلام'' میں پیرانِ پیر غوث الاعظم حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؓ کی شان میں لکھتے ہیں:

بنام اللہ سنو فریاد یا محبوب سبحانی
کرو ہر دم مہربانی محی الدین جیلانیؒ
توں ہیں مشہور و معروفی
دیہو مقصود موقوفی
کھلن احوال مکشوفی
وکھایو رمز نورانی
بنام اللہ سنو فریاد یا محبوب سبحانیؒ
(۴)

سید محمد بہادر علی شاہؒ غوث پاک کی شان میں اپنی اس طویل نظم میں آگے جا کر لکھتے ہیں:

تیرا شان ہے عالی
در آیاں دی لج پالی
تیرا سائل نہیں خالی
دے اسم اعظم توں قرآنی
بنام اللہ سنو فریاد یا محبوب سبحانی
(۵)

سید بہادر علی شاہؒ اپنے تمام دکھوں اور تکلیفوں کے مداوے کے لیے پیرانِ پیر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی بارگاہ میں عرض گزار ہیں:

کرو ہر وقت دلداری
دیو امداد تے یاری
رہاں منظور عمر ساری
نہ ہووے کجھ پریشانی
بنام اللہ سنو فریاد یا محبوب سبحانیؒ
(۶)

اِس کتاب میں دوسری منقبت حضرت سلطان باھُو کی شان میں لکھی گئی ہے۔ جیسا کہ پہلے بات ہو چکی ہے کہ سید بہادر علی شاہؒ صاحب کو حضرت سلطان العارفین حضرت سلطان باھُوؒ سے انتہائی گہری عقیدت تھی اور سلطان باھُو سرکار کا آپ پر خاص رُوحانی فیض تھا۔ اِس منقبت میں سید بہادر علی شاہؒ لکھتے ہیں:

باجھ تُساڈے مینوں سوہنیا ہرگز آس نہ کائی
خود دانا تے بینا ہوُ ہے ایہہ تقلید نہ کائی
وانگ زلیخا ذوق تیرے وچ عمر تمام گنائی
عرض گزار ہویم اس ویلے جان لباں تے آئی
شالا آسی ترس تسانوں ہوسی فضل خدائی
استدعاء منظور ہو ویسی مسکین غریب گدا دی
سُن فریاد نمانے دی یا اکمل مرشد ہادی
(۷)

سید بہادر علی شاہؒ اپنی اس منقبت میں حضرت سلطان باھُو سے والہانہ عقیدت کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

طوق غلامی دا گل تیرا روز ازل دا پایا
نام تیرے دا فخر کریندیاں گزر زمانہ آیا
فیض تے کرم حضور انور دا صدہا بار آزمایا
آخر وقت وفا فرماؤ جو وعدہ فرمایا
سید بہادر شاہؒ تے کریو مدِ نظر دا سایہ
خلعت خاص عطا ہووے ہر ویلے غور لقاء دی
سُن فریاد نمانے دی یا اکمل مرشد ہادی
(۸)

سید بہادر علی شاہؒ نے حضرت سلطان باھُوؒ کی شان میں ایک مکمل سی حرفی بھی لکھی ہے۔ اس سی حرفی میں انہوں نے حضرت سلطان باھُو کے رُوحانی

مقام اور اُن کے کردار و افعال پر بھی روشنی ڈالی ہے۔ مناقب میں شاعر ہمیشہ اپنے مرشد کے قدموں میں رہنا پسند کرتا ہے اور اُس کے آستانے پر حاضری دینے کو اپنی زندگی کا مقصد قرار دے لیتا ہے۔ سید بہادر علی شاہؒ سلطان باہو کے آستانے پر اکثر و بیشتر حاضری دیتے رہتے۔ جیسے:

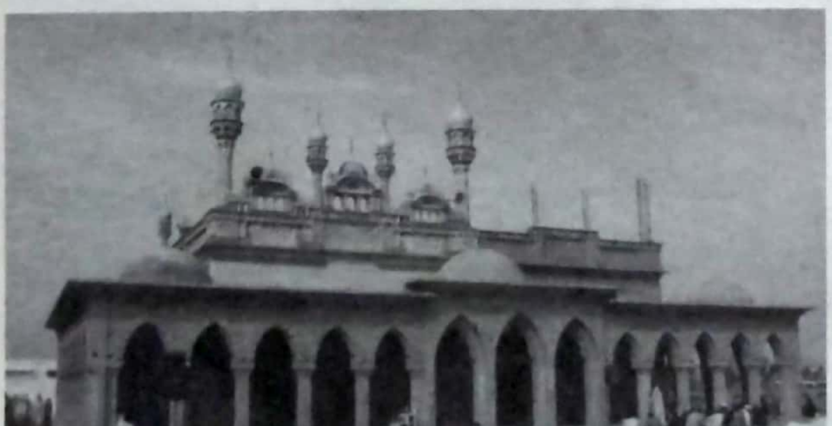
آستان سلطان ہے باب امان یا مطلق ہے کوہ طور پیارے
آکھ رب ارنی سُن سوف ترانی یا صفت جمال اے نور پیارے
ہوا و ہوس ہے ڈھوڑ بھائی، جاروب ولا ضرور پیارے
طلسم دا قسم بہادر شاہؒ تاں نور دیکھیں مستور پیارے
(۹)

سید محمد بہادر علی شاہؒ اُن لوگوں کو بڑا خوش قسمت قرار دیتے ہیں جو حضرت سلطان باھُوؒ کے آستانے پر حاضر ہو کر فیوض و برکات کے طلب گار ہوتے ہیں۔ اِس سلسلے میں آپ لکھتے ہیں:

کرم ہویا اللہ پاک دا جی جیہوں نصیب در سلطانؒ ہویا
ایہہ دوا امراضاں ساریاں دا اتے خاص طبیب رُوحان ہویا
فیض فضل بقاء باللہ دا حق باہُوؒ حبیب رحمان ہویا
بہادر شاہؒ مشاہدہ انوار اللہ ہے حق باہو ایہہ عجیب عرفان ہویا
(۱۰)

کلیاتِ عارفانہ کلام میں سید محمد بہادر علی شاہؒ نے حضرت سخی سلطان سید محمد عبداللہ شاہؒ کی شان میں بھی مدح سرائی کی ہے۔

حمد الٰہی ہر دم ہووے شامل جاودانی
لا محدود درود نبیؐ نوں ہر ویلے وِرد زبانی
آل اصحاب رسول اللہ تے ہے رحمت رحمانی
حضرت پیر پیارا رب دا مظہر فیض ربانی
روشن سارا عالم نوروں شمس صحیح فیضانی
سلطان الفقر فیاض دو عالم ہو محبوب سبحانیؒ
علم جمال اعلیٰ فرمایوس فیض باھو سلطانیؒ
تریاق مزار حضور انور دا زہر ونجے نفسانی
حمد الٰہی ہووے ہر دم شامل جاودانی
سلطان سخی عبداللہ شاہؒ دی واہ واہ فیض رسانی
(۱۱)



حضرت سلطان سخی عبداللہ شاہؒ نے اپنے رُوحانی فیض سے بہت سے لوگوں کی زندگی میں انقلاب برپا کیا۔ اللہ کے ولی دل سے جو بات نکالتے ہیں وہ پوری ہو کے رہتی ہے۔ اِس والہانہ محبت کا اقرار کرتے ہوئے سید محمد بہادر شاہؒ، حضرت سخی سلطان عبداللہ شاہؒ کی شان میں اپنی عقیدت کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

عطاء تاثیر تصرف بخشو جو بے انداز خزانہ
دریا فضل دا جاری ہووے بے حد بیکرانہ
عام تے خاص اُٹھاون فائدہ عالم مرد زنانہ
دُنیا دے خطرے چھوڑ وجن تے چھوڑے نفس اشیانہ
وقت مرن دے حاضر ہوویں رہے حیران زمانہ
زندہ قبر ایمان سلامت فیض کریں شاہانہ
یا حضرت اس عاجز دی آ آپ کریں قل خوانی
سلطان سخی عبداللہ شاہؒ دی واہ واہ فیض رسانی
(۱۲)

سید محمد عبداللہ شاہؒ کی شان میں آپ کے لکھے گئے اشعار ''چشمہ کھلیا نور حقانی'' علمی اور ادبی طور پر بہت اعلیٰ مقام پر نظر آتے ہیں۔ شاعر نے چھوٹے چھوٹے مصرعوں میں بڑے خوبصورت انداز سے حضرت سید محمد عبداللہ شاہؒ کی مدح بیان کی ہے:

چشمہ کھلیا نور حقانی
شاہؒ عبداللہ فیض رسانی
احمد پور وچ نور برسدا
جتھے شاہؒ عبداللہ وسدا
واقف لوح قلم تے مسدا
ہے وچ ملک بہاول خانی
شاہؒ عبداللہ فیض رسانی
(۱۳)

اسی مدح کے ایک اور بند میں سید بہادر علی شاہؒ لکھتے ہیں۔

رمزاں مخفی جگ وچ ہلیاں
ملک فلک تے مارن جھلیاں
دریاں نور کرم دیاں کھلیاں
تھئی سب حور پری مستانی
شاہؒ عبداللہ فیض رسانی
(۱۴)

اسی کتاب میں حضرت سید بہادر علی شاہؒ نے سلطان سخی محمد عبدالغفور شاہؒ کے ساتھ اپنی عقیدت کا اظہار کرتے ہوئے دو مناقب لکھیں۔ پہلی منقبت میں کافی کے انداز میں شاعر نے قرآنی آیات کا حوالہ دیتے ہوئے بات کی ہے۔ اس انداز میں حضرت سلطان باھُوؒ اور سید بلھے شاہؒ نے بھی کافی کلام تخلیق کیا ہے۔ سید بہادر علی شاہؒ، سخی سلطان محمد عبدالغفور شاہؒ کی مدح کے پہلے بند میں لکھتے ہیں۔

واہ پیر محمد رمز بتائی
میں وچ میں نہ رہ گئی کائی
نحن اقرب دی سمجھ آئی
فی انفسکم تشریح سنائی

فَاَیْنَمَا تُوَلُّو ویکھ اس نوں ہرجائی
اسمآء صفات انداھارا جائی
(۱۵)

دوسری منقبت سی حرفی کے انداز میں لکھی گئی ہے، اِس منقبت میں بھی اپنے مرشد سے پیار محبت اور چاہت کا نہ ختم ہونے والا اظہار کیا ہے، اس نظم کے دو بند دیکھیں۔

ثابت صدق یقین سیتی جیہڑے پیر دے آ مرید ہوئے
انہاں نَحْنُ اَقْرَب پچھان لیا اوہ ماہر حَبْلِ الْوَرِید ہوئے
فِی اَنْفُسِکُم اَفَلَا تُبْصِرُون اوہ صاحب شان مزید ہوئے
بہادر شاہؒ قدیر ہے پیر بیلی بے سمجھاں دے فکر بعید ہوئے
(۱۶)

مجرم نوں محرم پیر کرے بخشے جاہل نوں علم عیان بیلی
کافر فاسق تے جیکر نظر کرے ہووے کامل اہل عرفان بیلی
وسیلہ اہل ایمان تے فرض ہویا ثابت نال آیت قرآن بیلی
بہادر شاہؒ رموز تے راز کھلن جد مرشد کرے دھیان بیلی

قصہ مختصر یہ کہ سید محمد بہادر شاہؒ نے جتنے بھی مناقب لکھے ہیں۔ اِن میں اپنے پیرومرشد سے انتہائی عقیدت اور محبت کا اظہار نمایاں ہے۔ پیرؒ صاحب نے اپنے پیرومرشد کے لیے الفاظ بڑے خوب صورت استعمال کیے ہیں اور انہیں بڑے اچھے انداز میں اپنے محبوبین کی شان میں پیش کیا ہے۔ اِس میں عقیدت کا رنگ بہت گہرا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ ص ۱۰
۲۔ پنجابی ادبیات کی مختصر تاریخ ، ڈاکٹر احمد حسین قریشی، عزیز بک ڈپو لاہور، ایڈیشن ۲۰۰۲ء
۳۔ کلام سلطان باہو ، پیکجز لمیٹڈ لاہور، ۱۹۸۱ء، ص ۵۵
٤۔ کلیات عارفانہ کلام، سید بہادر علی شاہؒ ،مرتب: ایم اے شاکر ، العارفین پبلی کیشنز لاہور، باب چہارم ۲۰۰۷ء، ص ۱۲
٥۔ ص ۱۰
٦۔ ص ۲۰
۷۔ ص ۲٤
۸۔ ص ۲۸
۹۔ ص ۲۹
۱۰۔ ص ۳٦
۱۱۔ ص ٤۰
۱۲۔ ص ٤۲
۱۳۔ ص ٤٦
۱٤۔ ص ٤۷
۱٥۔ ص ٤۹
۱٦۔ ص ٥٥

سلطان سید محمد بہادر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کا نظریۂ انسانِ کامل



ایس ایچ قادری

نفاذِ دین، غلبۂ اسلام اور عالمگیر امن کی تحریک اصلاحی جماعت و عالمی تنظیم العارفین کے فیضان کے سرچشموں کا اگر تذکرہ کیا جائے تو اس کا سلسلہ حضرت سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ سے ہوتا ہوا آقائے دوجہاں، سرورِ کائنات حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ تک جا پہنچتا ہے آپ ﷺ کی مساعی جلیلہ کو دیکھیں تو وہ ''کلمۃ اللہ ھی العلیا'' کے گرد ہی گھومتی ہیں اور آپ ﷺ سے پہلے انبیاء و مرسلین کی تگ و دو بھی اسی فکر کے تحت تھی ان تمام کی زندگیاں اور ساری کوششیں ''اللہ اکبر'' اور ''لا الہ الا اللہ'' کی اشاعت و ترویج کے لیے ہی وقف تھیں کسی کو مکمل کامیابی ملی تو کسی کو جزوی غلبہ نصیب ہوا۔ یوں تو اللہ کے ہر رسول پر اللہ کا کلام ہی نازل ہوتا رہا لیکن اس کلام اللہ کی بدولت خاتم المرسلین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو جو کامرانی نصیب ہوئی کسی اور پیغمبر یا رسول کو نہیں ہوئی اس میں کلام اللہ کے اعجاز کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ کی ذات مبارکہ کا بہت بڑا کردار ہے جسے ﴿نور من نور اللّٰہ﴾ کہا گیا، جو وحی کے نزول سے قبل بھی عرب جیسے پر تعفن معاشرے میں بے داغ تھی اور صادق اور امین کے القاب سے معروف تھی، جس کے فیصلے آئین نازل ہونے سے قبل بھی قبائل میں انصاف اور امن کے ضامن تھے۔ اگر ہم یہ کہیں کہ کلام اللہ نے آپ ﷺ کے اخلاق و کردار کو ہی تحریری صورت میں پیش فرما دیا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنھا کی وہ حدیث ہماری تائید کرتی ہے جس میں آپ نے فرمایا کہ آپ ﷺ کا اخلاق قرآن ہی تو ہے۔ وحی کا نزول عوام الناس کی تعلیم و تربیت کے لیے تھا۔ نزولِ وحی سے قبل بھی عرب معاشرہ اللہ تعالیٰ سے ناواقف نہیں تھا مگر آپ ﷺ کے جن پیروکاروں نے صمیم قلب سے تسلیم کر لیا کہ ہمارا رب اللہ ہے اور استقامت کا مظاہرہ کیا تو تائید ایزدی ملائکہ کی صورت میں ان پر نازل ہوتی رہی اور انہیں دنیا کے تمام مصائب و آلام برداشت کرنے کا حوصلہ فراہم کرتی رہی۔ تیرہ سالہ مکی دور، اور دس سالہ مدنی دوران مسلمانوں کی استقامت کا ہی تو امتحان تھا۔ مکہ کے سوشل بائیکاٹ میں صبر سے لیکر ہجرت اور ہجرت سے قتال تک کے معاملات تمام کے تمام طالبانِ مولیٰ کی استقامت کے ہی تو مظاہر تھے بلکہ نظامِ دنیا کی جو یہ بساط بچھائی گئی ہے یہ بھی تو انسان کی استقامت کا ہی امتحان ہے۔ عالمِ ارواح میں جب اللہ نے تمام روحوں سے سوال کیا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں تو اس وقت تمام نے بیک زبان ﴿قالوا بلیٰ﴾ پکارا تھا۔ اس کے بعد ہم دیکھتے ہیں کہ انسان عالم ناسوت میں آ گیا جب ایک انسان عالمِ ناسوت (دنیا) میں اپنی مقررہ زندگی بسر کر کے عالمِ برزخ (قبر) میں پہنچتا ہے تو یہی سوال اس کا استقبال کرتا ہے کہ ''تیرا رب کون ہے؟'' یہاں پر بھی انسان کی استقامت ہی اس سوال کا جواب دے سکتی ورنہ یہ جواب تو ہر مسلمان کو ازبر ہے مسلمان اللہ کو جانتے ہیں لیکن اگر کوئی کمی ہے تو انسانِ کامل کی صحبت کی جو انہیں استقامت کی راہوں پر چلا سکے۔ صراطِ مستقیم استقامت کا ہی تو راستہ ہے اسی لیے حضرت سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ استقامت کو کرامت پر فوقیت دیتے ہیں۔

برصغیر پاک و ہند میں اسم اعظم، اسم اللہ ذات یعنی ''کلمۃ اللہ ھی العلیا'' کی سربلندی اور استقامت کی اس تحریک کا فکری اور عملی آغاز حضرت سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ کی حیاتِ مبارکہ سے ہوتا ہے پھر آپ ﷺ کے وصال کے تقریباً ایک سو دس سال بعد حضرت سید سلطان محمد بہادر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی 1801ء میں ولادت مبارکہ ایک نئی نوید سحر کا پیغام لاتی ہے جسے ہم سلسلۂ فقر کے تسلسل کا آغاز اور اصلاحی جماعت و عالمی تنظیم العارفین کا مطلع بھی کہہ سکتے ہیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے فقر کی جو امانت حضرت سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ کے پاس موجود تھی حضرت سلطان سید محمد بہادر علی شاہ کو اس شرط پر عطا کی گئی کہ یہ امانت حضرت سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ کے خانوادہ میں سلطان محمد عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو عطا کرنی ہے حضرت سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ نے اس امانت کی منتقلی کے وقت اس بات کی صراحت فرمائی کہ

''پیر صاحب جو فقر ہم نے آپ کو عطا کیا ہے یہ وہ فقر ہے جو آقا علیہ الصلوۃ والسلام کے سینہ مبارک سے چلا اور مجھ تک پہنچا تو حضور پیر صاحب نے عرض کی کہ حضور آپ کی ساری اولاد میرے لیے برابر ہے مَیں کیسے فرق اور اپنی مرضی سے چناؤ کر سکتا ہوں کہ یہ امانت کس کو دوں تو آپ نے فرمایا کہ میری اولاد میں ایک بچہ پیدا ہوگا اس کا نام محمد عبدالعزیز (رحمۃ اللہ علیہ) ہوگا اور اس کی نشانی یہ ہوگی کہ وہ پیدائشی طور پر ختنہ شدہ اور ناف بھی گری ہوئی ہوگی۔''

بالآخر سلطان محمد عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو بانی اصلاحی جماعت و عالمی تنظیم العارفین کے والد مرشد ہیں کو فقر کا وہ خزانہ عطا ہوا۔ حضرت سلطان سید محمد بہادر علی شاہ صاحب پر اس مہربانی کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ حضرت سلطان باھُو کو آپ کی مبارک صورت پر پیار آ گیا تھا۔ جب سات سال کی عمر میں ملتان کے ایک مدرسے میں داخل کروانے سے پہلے آپ کو آپ کے والد محترم دربار حضرت سلطان باھو پر حاضری کے لیے لائے تو سید محمد بہادر علی شاہ کو دیکھتے ہی آپ پر نگاہِ شفقت فرما کر باطنی خزائن سے مالا مال فرما دیا جس کی بدولت علم لدنی آپ پر کھل گیا اور آپ بچپن میں ہی تمام علوم سے آشنا ہو گئے جس کا ثبوت اس مدرسے کے مولانا کا وہ امتحان ہے جو اس نے اس بچے سے تمام درسی کتب سن کر لیا۔ تمام درسی علوم سے آشنائی کے باوجود آخر وہ کونسی وجہ تھی کہ آپ درس و تدریس کا شعبہ اختیار کرنے کی بجائے حضرت سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ کے حکم سے دربار پر حاضر رہے اور بارہ سال تک زائرینِ دربار حضرت سلطان باھُو کے لیے پانی بھرنے کی ڈیوٹی سرانجام دیتے رہے۔ اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے سلطان العارفین حضرت سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب عین الفقر صفحہ ۲۵۷ پر فرماتے ہیں:

''مرشد صاحب تحقیق ہوتا ہے اس لیے اہل صفات اور اہل ذات کو فوراً پہچان لیتا ہے جس طرح عالم کتاب میں سے غلط حروف کو نکال دیتا ہے تو نسخہ صحیح ہو جاتا ہے اسی طرح فقیر، طالب اللہ (اہل ذات) کو غیر ماسوی اللہ سے بیزار کر کے اس کے دل میں ذکر اللہ جاری کر دیتا ہے جس سے وہ صاحب تسبیح (اہل ذکر) ہو جاتا ہے''



اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ آپ کو بچپن میں دیکھتے ہی پہچان گئے کہ آپ اہلِ صفات میں سے نہیں بلکہ اہلِ ذات میں سے ہیں یعنی طالبِ مولیٰ ہیں اور فقر کی امانت کے حامل ہونے کی اہلیت رکھتے ہیں۔ دینی تعلیمات کا بھی تو حقیقی مقصد یہی ہوتا ہے کہ بندہ دیندار بن کر امانتِ الٰہیہ کو اپنے سینے میں سجا کر خلافتِ الٰہیہ کا اہل بن جائے۔ اصطلاحات کے استعمال میں ہمیں ان کے حقیقی مقاصد کو پیشِ نظر رکھنا چاہیے۔ چونکہ آپ کے دور میں مدارس

اپنے حقیقی مقاصد کو پورا کرنے سے قاصر تھے اس لیے حضرت سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو اپنے در پر ہی رہنے کا حکم دیا۔ علم تو آپ کو حاصل ہو گیا تھا اب اس علم پر استقامت کی ضرورت تھی کیونکہ جب تک عمل کی کسوٹی شامل نہ ہو محض علم ایمان نہیں بن سکتا اگر ایمان فقط علم کا نام ہے تو شیطان کو پہلا مومن ہونا چاہیے تھا جسے اللہ، رسول، تمام آسمانی کتب، قیامت، اور ملائکہ سب کا علم ہے اور ہم سے زیادہ اور مشاہداتی علم ہے۔ شیطان حقیقت کو جانتا ہے لیکن وہ اس کے سامنے سرِ تسلیم خم نہیں کرتا اس نے کس کے سامنے سر جھکانے سے انکار کیا تھا؟ حضرت انسان کے سامنے۔ اللہ نے کہا کہ یہ انسان کامل ہے اس کے سامنے جھک جاؤ۔ اس نے کہا کہ یہ انسانِ ناقص ہے میں اس کو کیوں مانوں؟ اس وقت سے لیکر رحمان اور شیطان کے دو گروہوں میں دُنیا تقسیم ہے ایک حزب الرحمان ہیں اور اُس کے متخالف حزب الشیطان ہے اللہ انسان کو کامل بناتا ہے اور فرشتوں کے سامنے پیش کرتا ہے اور کہتا ہے یہ ہے میری تخلیق جس پر تم نے اعتراض کیا تھا۔ شیطان انسان کو ناقص ثابت کرنے کی کوشش میں ہوتا ہے اور اپنے مقصد میں کامیاب ہونے کی صورت میں فرشتوں کو کہتا ہے اس وجہ سے میں نے اسے سجدہ کرنے سے انکار کیا تھا کیا یہ سجدہ کے قابل ہے؟ رحمان کی چاہت صرف ماضی تک ہی محدود نہ تھی بلکہ ہر دور میں کوئی نہ کوئی انسان کمالیت کی انتہا کو حاصل کر لیتا ہے اس کی راہنمائی ہر دور میں جاری رہتی ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

تار توار ''الست'' والی سوہنے پیر دتی تعلیم مینوں
آیا کلمہ ''بلیٰ'' دا یاد بھائی تسلیم ہوئی تعظیم مینوں
صورت عبد آداب سکھا دتے ہادی ہو کے رب کریم مینوں
(سلطان سیّد محمد) بہادر شاہ ہوئے دکھ دور سارے جد پیر کیتی تفہیم مینوں

1934ء میں آپ کا وصال ہوا۔ آپ کی 133 سالہ زندگی ''اسم اللہ ذات'' پر استقامت کی گواہ ہے۔

سلطان سیّد محمد بہادر شاہ صاحب کا انسانِ کامل:

دُنیا کے تقریباً تمام مکاتبِ فکر میں انسانِ کامل کا تصور پایا جاتا ہے اور سب نے زمانہ قدیم سے لیکر آج تک اس موضوع کے بارے بحث کی ہے فلسفی مکاتب ہوں یا عرفانی، اجتماعی ہوں یا سیاسی، اقتصادی ہوں یا دیگر سب نے انسانِ کامل یعنی مثالی انسان کے بارے میں اپنا اپنا ایک خاص تصور پیش کیا ہے اس کی ضرورت اس لیے ہے کہ انسان ایک آئیڈیل کا محتاج ہے اور اللہ تعالیٰ انسانِ کامل کے ذریعے ہی دیگر انسانوں کی راہنمائی فرماتا ہے۔ انسانِ کامل اس کے لیے ایک بہترین نمونہ اور مثال ہے جس کو سامنے رکھ کر زندگی کے مقاصد کو حاصل کیا جا سکتا ہے۔ مختلف مکاتبِ فکر نے انسانِ کامل کے بارے مختلف نظریات پیش کیے ہیں۔ فلاسفہ کہتے ہیں کہ انسانِ کامل وہ ہے جس کی عقل کمال تک پہنچی ہو۔ مکتبِ عرفان سے منسوب کچھ عرفاء نے صرف ذاتِ حق تعالیٰ کے عاشق کو انسانِ کامل شمار کیا ہے۔ سوفسطائی کہتے ہیں جس کے پاس زیادہ طاقت ہو وہی انسانِ کامل ہے۔ ان پر غور کیا جائے تو ہر ایک نے انسان کے کسی ایک وصف کی تکمیل کو ہی انسانِ کامل کے لیے لازم قرار دیا ہے۔ آپ کی فکر کا اگر مطالعہ کریں تو آپ کے نزدیک انسانِ کامل ہر لحاظ سے ایک مکمل انسان ہے۔ اس کی عقل بھی کمال تک پہنچی ہو، وہ عاشق بھی ہو بلکہ معشوق کا درجہ حاصل کر لے اور وہ قدرت بھی رکھتا ہو۔ آپ کے نزدیک انسانِ کامل کن اوصاف کا حامل ہوتا ہے ملاحظہ فرمائیں:

پیرانِ پیر سیدنا شیخ عبد القادر جیلانیؓ کی بارگاہ میں مناجات پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

توں ساکن ملک عجم دا
توں رہبر سِرّ قلم دا
شہنشاہ ہر علم دا
عجب نے گر مرا خوانی
سلام اللہ سنو فریاد یا محبوب سبحانی

آپ کا انسانِ کامل صرف ملکِ عرب تک ہی محدود نہیں وہ عجم کا ساکن بھی ہو سکتا ہے۔ وہ لوح وقلم کے اسرار و رموز سے واقفیت رکھتا ہے اور ہر علوم میں ماہر ہوتا ہے۔ اسے بارگاہِ الٰہی سے محبوبیت کا درجہ نصیب ہوتا ہے اسی وجہ سے وہ فریاد رسی کرتا ہے۔ انسانِ کامل کی قدرت کا تذکرہ کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:

خوف نہیں طالباں صادقاں نوں جیندا پیر اکمل دستگیر ہووے
چہرا پیر دا بدر منیر بھائی طالب دیکھ کے روشن ضمیر ہووے
پیر پورا کرے تروٹاں ساریاں نوں ہر امر تے اوہ قدیر ہووے
(سلطان سید محمد) بہادر شاہ دیکھے ہر حال تیرے اوہ علیم ، کلیم ، بصیر ہووے

یعنی جنہیں انسانِ کامل کی رفاقت نصیب ہو جاتی ہے وہ ﴿لا خوف علیهم و لا هم یحزنون﴾ کے زمرے میں شامل ہو جاتے ہیں۔ ایسی کامل ہستی کی نشانی یہ ہوتی ہے کہ اسے دیکھتے ہی انسان کا ضمیر جاگ اٹھتا ہے۔ وہ انسانِ کامل ہر قسم کی ضروریات کو پورا کرتا ہے کیونکہ اسے ہر امر پر قدرت حاصل ہوتی ہے حضور پیر صاحب کے نزدیک وہ انسانِ کامل صرف قدرت ہی نہیں رکھتا بلکہ علیم، کلیم اور بصیر جیسے اوصاف کا بھی حامل ہوتا ہے۔

مرشد شاہ ہے کون و مکاں دا
آمر امر ہے کن فکاں دا
حافظ مالک سود زیاں دا
دم بدم میرے غم مٹائی
واہ پیر محمد رمز بتائی
میں وچ ''میں'' نہ رہ گئی کائی

انسانِ کامل اس کائنات کا بادشاہ ہوتا ہے جب وہ کسی امر کو ''کن'' کہہ دے تو وہ ہو جاتا ہے، وہ نفع و نقصان کا حافظ و مالک ہوتا ہے، ہر لمحہ غموں کا مداوا کرتا ہے۔ کیا خوب میرے مرشد نے مجھے راز بتایا کہ مجھ میں سے ''میں'' ختم ہو گئی۔ یہ صفات اگرچہ اللہ تعالیٰ کی ہیں لیکن انسانِ کامل اللہ تعالیٰ کا خلیفہ ہونے کے ناطے ان اوصاف سے متصف ہوتا ہے۔ جیسا کہ حضرت سلطان محمد عبدالغفور شاہ قریشی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں مناجات پیش کرتے ہوئے فرمایا:

فرمایوس رکھ نگاہ ادب نوں
میرے پایاں لبھ سیں رب نوں
مدِ نظر رکھ حلم غضب نوں
میں موصوف صفات خدائی
واہ پیر محمد رمز بتائی
میں وچ ''میں'' نہ رہ گئی کائی

آپ فرماتے ہیں کہ مجھے حضور سید عبدالغفور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میری بارگاہ میں نگاہِ ادب کو ملحوظِ خاطر رکھو کیونکہ مجھے پانے سے ہی تجھے رب مل سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ صفتِ حلم بھی رکھتا ہے اور غضب بھی اور میں اللہ تعالیٰ کی صفات سے موصوف ہوں۔ کیا خوب میرے مرشد نے مجھے راز بتایا کہ مجھ میں سے ''مَیں'' ختم ہو گئی۔ گویا انسانِ کامل اللہ تعالیٰ کی صفات کا مظہر ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کی تمام صفات کا جامع اسمِ ذات ''اللہ'' ہے۔ اسم اللہ ذات انسان کو کامل بنانے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ جس کی ترویج و اشاعت میں سلطان سیّد محمد بہادر علی شاہ صاحبؒ نے پوری زندگی وقف فرما دی۔



اتباع رسول ﷺ اور امر و نہی کا عملی اطلاق

صاحبزادہ سُلطان احمد علی
سیکریٹری جنرل اصلاحی جماعت و عالمی تنظیم العارفین

کے فکری خطاب کا متن (جو کہ 4 فروری 2012ء کو شیخوپورہ میں میلادِ مصطفےٰ ﷺ کے عظیم اجتماع میں کیا گیا)

تدوین: ابرِ رحمت

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

﴿وَمَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْاج وَاتَّقُوا اللّٰہَ ط اِنَّ اللّٰہَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ○﴾

میں سب سے پہلے آپ تمام مسلمان بھائیوں اور بزرگوں کو حضور رسالت مآب امام الانبیاء محمد رسول اللہ ﷺ کے جشنِ ولادت کی مبارک باد پیش کرتا ہوں اور اس کے بعد آپ تمام بزرگوں کا اور بھائیوں کا مشکور ہوں کہ آپ اصلاحی جماعت و عالمی تنظیم العارفین دربارِ عالیہ حضرت سلطان باھو برانچ شیخوپورہ کے کارکنوں اور مبلغین کی دعوت پر آج کی اس تقریب میں تشریف لائے۔ آپ جانتے ہیں کہ قرآن مجید اور احادیث مبارکہ کے پیغام کو عملی طور پر اس معاشرۂ انسانی میں نافذ کرنے کیلئے حضرت سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ کے آستانے سے یہ جماعت اور یہ تحریک اپنی کاوشیں بروئے کار لارہی ہے اور آج کی تقریب کے حوالے سے آپ دیکھیں تو وہی عملی قوت، وہی عزمِ عمل اور وہی تجدید عہد آج ہمیں اپنے دامن میں سمیٹ کر جانا ہے کہ اگر رسالت مآب ﷺ کے اسم گرامی سے موسوم اور منسوب محفل میں ہم جائیں اور وہاں حضور کے پیغام سے، حضور کے مقاصد سے تجدید عہد نہ کریں، عزمِ عمل نہ کریں اور اس محفل کو فقط ثواب کا آلہ سمجھ کر اس میں سے جتنا چاہیں ثواب نکال کر چلے جائیں اور معاشرے میں اس کا وہ بنیادی اثر نہ ہو جو حضور نورٌ علیٰ نور ﷺ کے مقاصد تھے، جو حضور ﷺ کا مشن تھا، جس کے لیے حضور ﷺ نے تکالیف اٹھائیں، مصائب برداشت کیے اس تمام کا مقصد فوت ہو جاتا ہے اگر ہم عزمِ عمل نہ باندھیں ہم اس کے لیے اپنی تیاری نہ کریں اور اس جدوجہد کا آغاز نہ کریں اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں قرآن کریم میں اسی بات کی تلقین فرمائی کہ یہ نبی کریم ﷺ جو میں نے تم میں مبعوث فرمائے ہیں یہ اپنے ذہنوں میں رکھو کہ دُنیا میں تمہاری عزت و آبرو ہوگی تو حضور رسالت مآب ﷺ سے تعلق و محبت کی بدولت ہوگی اگر حضور ﷺ سے، حضور ﷺ کے مقاصد سے حضور ﷺ کے دین سے، حضور ﷺ پر نازل ہونے والی کتاب سے تمہارا تعلق کمزور ہو جائے گا تو دُنیا میں تم سرفراز و کامیاب نہیں ہو سکتے اسی لیئے حکیم الامت علامہ محمد اقبال ہمیں یہ بتاتے ہیں کہ

> در دلِ مسلم مقامِ مصطفیٰ است
> آبروئے ما ز نامِ مصطفیٰ است

حضور رسالت مآب ﷺ کا مقام بندۂ مومن کے دل میں ہے اگر دُنیا میں ہماری شناخت، آبرو، سربلندی، سرفرازی، عروج، غلبہ اور سب کچھ جو بھی ہے تو وہ اسی نام مصطفےٰ ﷺ کی بدولت ہے، یہ نام ہے جو ہماری اس دُنیا میں اور آخرت میں عزت کی ضمانت دیتا ہے اگر ہم اپنے آپ کو اس نام کے ساتھ وابستہ کر لیں۔ جواب شکوہ میں جب اقبال کو الہام ہوتا ہے تو وہ ہمیں یہی بتاتا ہے کہ اللہ کی طرف سے مجھے کیا ارشاد ہوا کہ

> خیمہ افلاک کا ایستادہ اسی نام سے ہے
> نبضِ ہستی تپش آمادہ اسی نام سے ہے

کہ یہ آسمان تم دیکھتے ہو جو ستونوں کے بغیر کھڑا ہے، یہ افلاک جو کسی پلر (Piller) کے بغیر کھڑے ہوئے قائم تمہیں نظر آتے ہیں۔ کیا تم جانتے ہو یہ

کس سہارے سے کھڑے ہیں۔ یہ آسمان ستونوں کے بغیر حضور رسالت مآب ﷺ کے اسمِ گرامی کی برکت سے کھڑا ہے اور دُنیا کے وجود کے اندر جو جان ہے، دُنیا کے وجود میں جو نبض پھڑکتی ہے یا اس کی وجہ کیا ہے؟ دُنیا کی زندگی کی نبض حضور اکرم ﷺ کے نام کی بدولت پھڑکتی ہے، وہ حضور اکرم ﷺ کے نام کی بدولت تڑپتی ہے۔ اقبال کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے شکووں کا جواب الہام کی صورت میں ملا تو الہام میں تمام گفتگو کے بعد، تمام شکوں کا جواب آجانے کے بعد مسلمانانِ عالم کے مصائب کا حل ایک نکاتی فارمولے میں یوں بیان کر دیا کہ

> کی محمد ﷺ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
> یہ جہاں چیز ہے کیا لوح قلم تیرے ہیں

کہ یہ جہاں تو ایک چھوٹی سی چیز رہ جاتا ہے اے بندہ مومن اگر محمد عربی ﷺ کے پیغام کے ساتھ تیرا رشتہ اور تعلق استوار و قائم ہو گیا تو مَیں لوح و قلم بھی تیرے سپرد کردوں گا، لوح و قلم کا وارث تجھے بنادوں گا لیکن اگر حضور ﷺ کی ذات سے تیرا تعلق کمزور ہو گیا تو یاد رکھو! ﴿اِنَّ اللّٰہَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ o﴾ کہ اللہ کا عذاب، اللہ کی گرفت اور اللہ کی پکڑ بڑی سخت ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں ہمارے اوپر تین باتیں عائد کیں اور ہمیں بتایا کہ ﴿وَمَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ﴾ حضور ﷺ کی بارگاہ سے تمہیں جو چیز عطا کی جائے اس چیز کو قبول کرلو اس چیز کو حاصل کرلو، اس چیز کو پکڑلو، اس چیز کے ساتھ مضبوطی سے کھڑے ہو جاؤ، اپنے دامن کو پوری قوت سے گانٹھ لگا دو اس چیز سے جو تمہیں حضور ﷺ کی بارگاہ سے عطا ہو، دوسری بات فرمائی ﴿وَمَا نَهٰکُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا﴾ حضور ﷺ تمہیں جس چیز سے منع فرمادیں، جس چیز سے باز رہنے کا حکم کریں اُس چیز سے منع ہو جاؤ، اس سے باز آجاؤ، اس عمل کو نہ کرو ﴿وَاتَّقُوا اللّٰہَ﴾ اور اللہ سے ڈرو۔ اگر یہ کام نہیں کرو گے تو فرمایا کہ اللہ کا عذاب، اللہ کی گرفت بڑی سخت ہے۔



اللہ کی گرفت یا اللہ کا عذاب کیا ہے؟

اس کی قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے تین حالتیں بیان فرمائی ہیں کہ اگر تم میرے حضور ﷺ کے اُسوہ سے پھر جاؤ گے، حضور ﷺ کی عطا کی ہوئی چیز سے وابستہ نہیں ہو گے، حضور ﷺ کے منع کیے ہوئے عمل کو دوہراتے رہو گے، اللہ سے نہیں ڈرو گے تو فرمایا تمہارے اوپر عذاب طاری کردوں گا۔

اللہ کا عذاب کیسے طاری ہوتا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں متعدد حالتیں بیان کی ہیں ایک تو آخرت کا عذاب ہے۔ ایک اس دُنیا میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے عذاب آتا ہے، اس دُنیا میں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمارے جرائم کے اوپر جو عذاب طاری کیا جاتا ہے اس کی اللہ نے تین حالتیں بیان فرمائیں حضور رسالت مآب ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے مخاطب فرما کر فرمایا

﴿قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰٓى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَّيُذِيْقَ بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ ط﴾

اے حبیب مکرم ﷺ! آپ جا کر لوگوں کو بتادیں کہ اللہ اس پر قادر ہے کہ عذاب کو طاری کرے، تمہارے سروں کے اوپر سے تم پر عذاب طاری

کرے ﴿ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ ﴾ وہ اس بات پہ بھی قادر ہے کہ تمہارے قدموں کے نیچے سے وہ عذاب کو جاری کردے اور ﴿ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَّيُذِيْقَ بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ ط ﴾ وہ اس بات پہ بھی قادر ہے کہ بعض گروہوں کو بعض کے ساتھ لڑا کر بعض کے غضب کا بعض کو نشانہ بنا کر انہیں ان کے غضب کی سزا چکھائے۔

آج ہمارے درمیان، ہمارے قدموں کے نیچے سے جو بارود پھٹتا ہے کیا ہم اسے خدا کا عذاب نہیں سمجھیں گے؟ کیا اس کو خدا کے اس عذاب سے تشبیہ نہیں دیں گے جس کی وعید اور جس کی تنبیہ ہمیں اللہ تعالیٰ نے قرآن میں کردی اور یہ کہ بعض گروہوں کو آپس میں ایک دوسرے کے غضب ان کو چکھاتا رہوں گا۔ آج لادینیت پر، فرقہ واریت میں بعض گروہ بعض گروہوں کو نہیں مار رہے؟ کیا کشت وخون نہیں ہورہا؟ کیا ہمیں یہ سبق نہیں لینا چاہیے کہ ہم آج ایک عذاب یافتہ قوم کی حالت میں کھڑے ہیں؟ آج اللہ کا عذاب ہمارے اوپر طاری ہے، ہم لوگ اللہ کے عذاب کی گرفت میں ہیں۔ کیا ہم پر یہ تمام نشانیاں واضح نہیں ہوجاتیں؟ ہم کیوں کبوتر کی طرح آنکھیں بند کرکے بیٹھ جاتے ہیں؟ یہ تینوں حالتیں ہمارے اوپر طاری ہیں اور حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اسکی تشریح میں کہا کہ

﴿ اَوْ مِنْ فَوْقِكُمْ ﴾ کہ تمہارے اوپر سے عذاب آئے اس کا ایک مطلب یہ بھی ہے کہ تم پر ظالم حکمران نافذ کردیئے جائیں۔

﴿ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ ﴾ تمہارے قدموں کے اندر سے عذاب پھوٹے حضرت عبداللہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اس سے یہ مراد لیا جاسکتا ہے ''نیچے کارندے سرکاری ہوں وہ بدنیت، کرپٹ، بدعنوان، رشوت خور اور حرام خور کارندے ہوجائیں گے۔

اس لیے آج آپ دیکھیں بطور اُمت ہمارے تمام انسٹھ (۵۹) ممالک کی آج کیا حالت ہے؟ ظالم حکمران ہمارے سروں پر بیٹھے ہیں راشی اور حرام خور کارندے ہمارے سر پہ عذاب کی صورت میں ہیں اسے ایک صحابی رسول کے قول کے مطابق خدا کے عذاب سے تعبیر کیا جانا چاہئے؟ بات یہ ہے اللہ تعالیٰ کے اِس عذاب سے باہر آنے کا ہمارے پاس راستہ اور حل کیا ہے؟ ہم نے دو حیثیتوں میں غلطیاں کیں اور ہمیں دونوں حیثیتوں میں حل چاہیے۔ ہم نے انفرادی سطح پر بھی کوتاہیاں کیں اور اجتماعی سطح پر بھی غلطیاں کیں۔ ہمیں انفرادی سطح پر اللہ کے حضور گڑگڑانے کی ضرورت ہے اُس کی بارگاہِ بے نیاز میں توبہ کرنے کی ضرورت ہے، اُس کی بارگاہِ صمدیت مآب میں استغفار کی ضرورت ہے، اُس کی بارگاہِ کریمی میں مغفرت طلب کرنے کی ضرورت ہے، اُس کی بارگاہِ لایحتاج سے معافی طلب کرنے کی ضرورت ہے، یہ انفرادی سطح پر ہماری انفرادی غلطیوں کے لیے ہے۔

لیکن!

ہم نے جو اجتماعی غلطیاں کی ہیں اور مسلسل کرتے چلے جارہے ہیں اُس کیلئے بھی ہمیں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے معافی طلب کرنی ہے اور یاد رکھیے! فرد کا انفرادی معاملہ ہوتا ہے اس میں فرد اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں گڑگڑاتا ہے، سچے دل سے تائب ہوتا ہے۔ لیکن اجتماعی معافی کیسے ملتی ہے؟ جب اجتماعی طور پر معاشرے کرپٹ ہوجائیں، جب اجتماعی طور پر معاشرے گناہگار ہوجائیں، جب اجتماعی طور پر معاشرے غلطیاں کرنے لگیں اس وقت ان معاشروں کیلئے معافی کا کیا راستہ ہے۔، ہمارے لیے اللہ تعالیٰ کا وہ فرمان ہمارے سامنے آجاتا ہے۔

﴿ هُوَ الَّذِىْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ﴾

کہ میں نے اپنے رسول ﷺ کو تم میں مبعوث فرمایا، کس شان کے ساتھ بھیجا ﴿ بِالْهُدٰى ﴾ ہدایت کے ساتھ انہیں بھیجا اور حضور ﷺ ہدایت کی کتاب لے کر آئے، حضور خود بھی الہام لے کر آئے وہ کتاب بھی کتاب ہدایت ہے۔ ہمیں اپنی ان اجتماعی غلطیوں کے ازالے کے لیے اس قرآن کریم سے، اس کتاب ہدایت سے رہنمائی لینے کی ضرورت ہے اور اس کتاب ہدایت سے جب ہم رہنمائی لینے چلتے ہیں اور آج کے عنوان کے حوالے سے ہم دیکھیں تو حضور رسالت مآب ﷺ کی ذات گرامی کے حوالے سے ہم پر جو ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے عائد کی ہم اس میں دیکھیں کہ ہمیں جو حضور ﷺ نے عطا کیا، کیا ہم نے اسے مضبوطی سے پکڑا ہوا ہے؟ اور حضور ﷺ نے ہمیں جس چیز سے منع فرمایا، کیا حقیقتاً ہم نے اس چیز کو ترک کردیا ہے؟ حقیقتاً ہم

نے اس چیز کو چھوڑ دیا ہے؟ ہمیں صرف اتنا سا جائزہ لینے کی ضرورت ہے اور میں انتہائی اختصار سے چار چیزیں آپ کے گوش گزار کرنا چاہوں گا وہ چار چیزیں جن سے ہمیں رسول اللہ ﷺ نے متصل ہونے کے لیے کہا، اس کے دامن کو پکڑنے کے لیے کہا، ہم نے دیکھنا یہ ہے کہ کیا ان چار چیزوں سے ہم نے پوری طرح اپنے دامن کو وابستہ کر لیا ہے اور چار ایسی چیزیں حضور رسالت مآب ﷺ نے جن سے ہمیں منع کیا وہ حضور کے نواہی تھے، کیا ہم ان سے باز آ گئے؟

وہ چار چیزیں جنہیں حضور ﷺ نے اخذ کرنے اور پکڑنے کا حکم دیا اُن میں اوّلین و بُنیادی دو ہیں جن کے متعلق حضور رسالت مآب ﷺ نے فرمایا کہ

''لوگو! میں تم میں دو چیزوں کو چھوڑے جا رہا ہوں جب تک ان دو چیزوں کو پکڑے رکھو گے ہرگز ہرگز تم گمراہ نہیں ہو سکتے۔''

یا رسول اللہ ﷺ! وہ دو کونسی ایسی چیزیں ہیں جن کو تھامے رکھنے سے ہم کبھی گمراہ نہیں ہو سکتے اس کی ضمانت آپ فرما رہے ہیں، یا رسول اللہ ﷺ! وہ کونسی دو چیزیں ہیں؟ حضور ﷺ نے فرمایا:

''ایک اللہ کی کتاب اور ایک اللہ کے نبی آخر الزماں ﷺ کی سُنّت۔''

غور کرنے کی بات یہ ہے کہ قرآن وسنت سے ہمارا رشتہ وناطہ کس حد تک قائم ہے؟ علامہ اقبال ہمارے اس سانحہ کو بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

وہ معزز تھے زمانے میں مسلماں ہو کر
اور تم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہو کر

جن کی بہادری کے افسانے اور جن کی دلیری کی داستانیں تم اپنے بچوں کو سناتے ہو اور جن کا نام لے کر تم انہیں غلبے پر اکساتے ہو، انہیں جہاد پر اکساتے ہو، قوت پر اکساتے ہو، ان میں اور تم فرق یہ ہے کہ قرآنِ کریم سے ان کا جو رشتہ اور تعلق تھا تم نے اپنا وہ رشتہ قرآن سے منقطع کر لیا:

بآیاتش ترا کارے جزایں نیست
کہ از یٰسین او آساں بمیری

کہ (اے مردِ مسلمان) تیرا قرآن سے تعلق اس بات سے آگے نہیں بڑھ سکا کہ تو یٰسین کی تلاوت کرے اور تیری موت کو تجھ پہ آسان کر دیا جائے، تیرا تعلق قرآن سے اس سے آگے کیوں نہیں بڑھ سکا؟ یہی تیرا سانحہ ہے، ہم نے قرآن کو ایک ثواب کمانے کے آلہ سے زیادہ اپنے گھروں میں، اپنے معاشرے میں اور اپنے دلوں میں وہ مقام نہیں دیا جو مقام ہمیں حضور ﷺ کے صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور بالخصوص ہمیں خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کی عملی زندگی میں ہمیں نظر آتا ہے کہ ان کا تعلق قرآن کریم سے کس قدر مضبوط تھا اور وہ قرآن کے معانی، مفاہیم ومطالب کو، عجائبات اور اسرار ورموز کو کتنی گہرائی اور عمیقیت سے دیکھتے تھے اس کا اندازہ آپ اس بات سے لگا سکتے ہیں کہ امیر المومنین سیدنا حضرت عمر فاروق ؓ نے حضور رسالتِ مآب ﷺ سے بارہ سال کے عرصہ میں سورۃ البقرہ کو اس کے جُملہ اسرار ورموز کے ساتھ پڑھا، بارہ سال میں سورۃ البقرہ ختم کی اور جس دن سورۃ البقرہ ختم ہوئی اس دن آپ نے اونٹ ذبح کیا اور اپنے ساتھیوں کی دعوت فرمائی آج ہم دیکھتے ہیں کہ ہو سکتا ہے کہ دن میں ہم دس دس پارے تلاوت کرتے ہوں لیکن قرآن سے ہمارا وہ تعلق جو ہمیں سیدنا حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کا قرآن کے مطالب، قرآن کے ترجمے، قرآن کے مفہوم اور قرآن کے معنی کے ساتھ ملتا ہے کیا ہمارا وہ تعلق اس طرح قرآن کے ساتھ قائم ہوا؟ اور پھر حضور ﷺ کی سنت کو ذرا دیکھیے حضور رسالت مآب ﷺ کے نظریے کو ہم نے اس حد تک محدود کر دیا ہے، اسے اس حد تک سمیٹ دیا ہے کہ حضور ﷺ کی سنت کے، حضور ﷺ کے اُسوۂ حسنہ کے چند جزویات سے آگے ہم نے حضور رسالت مآب ﷺ کی جتنی بھی سنتیں تھیں اُنہیں ترک کر دیا۔

مثلاً حضور ﷺ کی سب سے بڑی سنت جو ہمیں اخذ کرنی چاہیے تھی وہ حضور ﷺ کا سماجی رویہ تھا، وہ حضور ﷺ کا (Social Behavied) تھا جس کو بدقسمتی سے ہم نے اپنے اندر سے بالکل اکھیڑ دیا اور ہمارے اندر وہ کہیں قائم نظر نہیں آتا اور اس سماجی رویہ کی تاثیر دیکھیے کہ ہم تو اس لئے مسلمان

ہوئے کہ ہم مسلمان کے گھر پیدا ہوئے، اسی سماجی رویے کا اثر آپ دیکھیے کہ حضور رسالت مآب ﷺ پر جب پہلی وحی نازل ہوئی حضور ﷺ اپنے گھر تشریف لاتے ہیں اور خاندانِ قریش کی سردار و مالدار خواتین میں سے سیدہ ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سامنے جب اپنی نبوت کا اعلان فرماتے ہیں، اللہ کی وحی کا ذکر فرماتے ہیں تو حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بغیر کسی تردد کے، بغیر کسی تکرار کے، بغیر کسی بحث کے حضور ﷺ کی وحی پہ، حضور ﷺ کی نبوت پہ اور حضور ﷺ کی رسالت پہ ایمان لے آتی ہیں۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا کسی بحث میں نہ پڑنا، حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا کوئی تکرار اور تردد نہ کرنا یہ کس رویہ کو ثابت کرتا ہے؟ میں یہ کہنے میں حق بجانب ہوں گا کہ حضور ﷺ نے نبوت کا اعلان شادی کے پندرہ برس بعد کیا تھا لیکن اصل حقیقت یہ ہے سیدہ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور ﷺ کی نبوت سے پندرہ برس قبل حضور ﷺ پر ایمان لا چکی تھیں جب انہوں نے حضور کو پیغامِ عقد بھیجا تھا یہ اس صداقت اور امانت کو ثابت کرتا ہے اور آج یہ رویہ ہمارے اندر سے مفقود ہو کر رہ گیا اور آج یہ رویہ ہمارے اندر سے اُٹھ گیا اور بدقسمتی سے یہ سنت کا وہ اہم ترین پہلو تھا جس نے پورے عرب کے پسے ہوئے طبقات کو آواز عطا کی، ان طبقات کو جرأت عطا کی، ان طبقات کو ہمت عطا کی اور یہی تو وہ عشق ہے جس کو اقبال ہمیں کہتا ہے:

جب عشق سکھاتا ہے آدابِ خود آگاہی
کھلتے ہیں غلاموں پر اسرارِ شہنشاہی

یہی وہ بنیاد تھی جو آج ہمارے درمیان سے مفقود ہو گئی ہے۔ اقبال ہمیں یہ بتاتا ہے کہ حضور ﷺ کا یہ سماجی رویہ حضور ﷺ کی سنت کیسے تھی؟ کہ حضور ﷺ کی نگاہ میں چاہے کوئی بڑے طبقہ سے تعلق رکھتا ہے، چاہے کوئی چھوٹے طبقہ سے تعلق رکھتا ہے، چاہے کوئی اعلیٰ ذات سے تعلق رکھتا ہے، چاہے کوئی ادنیٰ ذات سے تعلق رکھتا ہے، چاہے کوئی اونچا ہے، چاہے کوئی نچلا ہے، چاہے کوئی نواب ہے، چاہے کوئی غریب ہے، چاہے کوئی یتیم ہے، چاہے کوئی مسکین ہے، چاہے کوئی غلام ہے، چاہے کوئی بادشاہ ہے اقبال بتاتا ہے

در نگاہِ او یکے بالا و پست
با غلام خویش بریک خوان نشست

حضور ﷺ کی نگاہ میں تمام اونچے اور نیچے برابر تھے، حضور ﷺ نے ان کو ایک ہی نگاہ سے دیکھا۔ یہ کمال انقلاب تھا کہ بنو ہاشم کا چشم و چراغ اپنے حبشی زاد غلاموں کے ساتھ ایک ہی دسترخوان پر بیٹھ جاتا ہے

ہم آج اپنا تجزیہ کر سکتے ہیں کہ سنت کے ساتھ حضور ﷺ نے ہمیں جو چیز عطا کی اس کے ساتھ ہمارا تعلق کتنا مضبوط ہے اور پھر آپ دیکھیے اقبال ہمیں یہ بتاتا ہے:

آنکہ بر اعدا درِ رحمت کشاد
مکہ را پیغام لا تثریب داد

حضور ﷺ نے اپنے دشمنوں پہ بھی رحمت کا دروازہ کھول دیا اور مکہ میں (فتحِ مکہ کے موقع پہ) جب یہ کہا گیا کہ آج انتقام کا دن ہوگا تو حضور ﷺ نے فرمایا آج انتقام کا دن نہیں آج معافی کا، رحم کا اور کرم کا دن ہوگا۔ کیا یہ سنت ہم اپنے آپ میں دیکھ سکتے ہیں؟ اپنی روزمرہ زندگی میں دیکھ سکتے ہیں؟ اپنے اردگرد کے ماحول میں دیکھ سکتے ہیں؟ کہاں تک ہم حضور ﷺ کی سنت سے وابستہ کھڑے ہیں؟ اور کہاں تک ہم حضور ﷺ کی سنت کو اپنائے کھڑے ہیں؟ کہ جس کے سبب ہم یہ دعویٰ کر سکیں کہ ہم خُدا کے عذاب کے مستحق نہیں ہیں، خُدا جانے یہ عذاب ہمارے اوپر کیوں آ گیا؟ جب ہم نے حضور ﷺ کی سنت کو چھوڑ دیا، خُدا کی کتاب کو چھوڑ دیا تو پھر اس کے سزاوار ہم نہیں تو دُنیا میں اور کس قوم کو ہونا چاہیے تھا؟

یہ دو (قرآن و سُنّت) تو بنیادی چیزیں تھیں۔

تیسری اور چوتھی چیز جس طرح قرآن اور سنت آپس میں پیوست ہیں ایک دوسرے سے الگ کر کے ان کا مطالعہ نہیں کیا جا سکتا نہ قرآن کا، نہ سنت

کا۔ قرآن، سنت کو جواز فراہم کرتا ہے اور قرآن کی تشریح سنت سے ہوتی ہے اس لیے ان دونوں کو ہم سامنے رکھ کے دیکھتے ہیں اور ملا کر پڑھتے ہیں۔
اسی طرح وہ دوسری دو چیزیں جن سے ہمارا تعلق بڑا مضبوط، قوی، مستحکم اور بڑا استقامت والا ہونا چاہیے تھا اور وہ دو چیزیں فقر اور سلطنت تھیں۔ وہ دو چیزیں ہمیں رسالت مآب ﷺ کی بارگاہ ہی سے ملی ہیں اور عطا ہوئی ہیں جس طرح کہ حضور پاک ﷺ نے فرمایا:
﴿اَلْفَقْرُ فَخْرِیْ وَالْفَقْرُ مِنِّیْ﴾
فقر میرا فخر ہے اور فقر مجھ سے ہے۔ سلطنت، تو سلطنت کی بنیاد بھی حضور رسالت مآب ﷺ نے رکھی تھی کہ جسے خُدا کا وہ فرمان جواز فراہم کرتا ہے:
﴿اَنَّ الْاَرْضَ یَرِثُهَا عِبَادِیَ الصّٰلِحُوْنَ﴾
کہ میری زمین کے وارث میرے صالح بندے ہیں۔
میری یہ زمین میرے بندوں کی ملکیت میں چلی گئی ہے اور میرا حکم ہوگا میرے بندے اس کا نفاذ کریں گے، میری خلافت ہوگی، میرے بندے اس نظام کو آگے بڑھائیں گے، یہ فقر اور سلطنت باہم دیگر پیوست تھے کہ جس طرح حکیم الامت حضرت علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے ہمیں کہا ہے:

در شبستانِ حرا خلوت گزید
قوم و آئین و حکومت آفرید

کہ حضور رسالت مآب ﷺ غارِ حرا میں خلوت اختیار فرماتے ہیں اور اس حرا میں خلوت اختیار فرمانے کا نتیجہ کسی رُہبانیت میں نہیں نکلتا بلکہ حضور ﷺ رُہبانیت کو ترک کر کے اور آپ ﷺ پر جو وحی نازل ہوئی، حضور ﷺ پہ جو الہام نازل ہوا، حضور ﷺ پر جو رسالت کا دروازہ بند بھی ہوا اور رسالت مکمل بھی ہوئی، حضور ﷺ نے رُہبانیت کو اختیار کرنے کی بجائے حضور ﷺ نے اس دُنیا میں اللہ تعالیٰ کے نظام کو نافذ کرنے کے لیے، اللہ کے دین کو نافذ کرنے کے لیے، مکہ کے اُن لوگوں کی ایک قوم تشکیل دی، حضور ﷺ نے حکومت قائم فرمائی۔ فقر و سلطنت دو ایسی چیزیں تھیں بدقسمتی سے ہمارے درمیان سے یہ دونوں چیزیں مفقود ہوگئیں، ہمارے درمیان نہ فقر رہا نہ وہ سلطنت رہی اسی لیے حضرت علامہ اقبال ہمیں یہ بتاتے ہیں:

فقر و شاہی وارداتِ مصطفی است
ایں تجلی ہائے ذاتِ مصطفی است

کہ فقر اور شاہی دو الگ الگ چیزیں نہیں ہیں اور یہ دونوں حضور ﷺ سے کٹ کر نہیں ہیں فقر بھی حضور ﷺ کی رُوحانی واردات میں سے ایک واردات ہے اور سلطنت بھی حضور ﷺ کے معجزات میں سے ایک معجزہ ہے۔ بلکہ اگر آپ حقیقت میں جا کر دیکھیں تو فقر اور سلطنت یہ دونوں حضور رسالت مآب ﷺ کی تجلیات میں سے تجلیاں ہیں جس طرح حضور رسالت مآب ﷺ سے کسی نے اظہار کیا یا رسول اللہ ﷺ مجھے آپ سے محبت ہے حضور نے فرمایا سوچ لو اس نے کہا یا رسول اللہ ﷺ مجھے آپ سے محبت ہے حضور ﷺ نے پھر فرمایا سوچ لو اس نے جب تیسری مرتبہ کہا یا رسول اللہ ﷺ مجھے محبت ہے آپ ﷺ نے فرمایا اگر مجھ سے محبت ہے تو یاد رکھو!
''جو بھی شخص مجھ سے محبت کرتا ہے تو وہ اس بات کے لیے تیار ہو جائے کہ عنقریب فقر اس کے پاس آن پہنچے گا۔''
فقر کی ایک تشریح یہ ہے کہ فقر کو غریبی سے، مفلوک الحالی سے اور غربت سے تشبیہ دی گئی ہے لیکن جو فقر کی حقیقت ہے وہ اِس سے کچھ مختلف ہے حضرت علامہ ہمیں یہ بتاتے ہیں کہ فقر کیا ہے؟ فقر کی دو قسمیں ہیں ایک فقر رُہبانی ہے جو فقرِ عیسائیت ہے اور ایک فقر سلطانی ہے وہ فقرِ محمدی ﷺ ہے وہ فقرِ مصطفائی ہے ان دونوں کا فرق بیان کرتے ہوئے علامہ اقبال فرماتے ہیں:

اک فقر سکھاتا ہے صیاد کو نخچیری
اک فقر سے کھلتے ہیں اسرار جہاں گیری
اک فقر سے قوموں میں مسکینی و دلگیری
اک فقر سے مٹی میں خاصیت اکسیری

اک فقر ہے شبیری ، اس فقر میں ہے میری
میراث مسلمان ہے سرمایۂ شبیری

کہ فقر کی دو قسمیں ہیں اک فقر شکاری کو اس کے مقام سے اتنا نا آشنا کر دیتا ہے کہ شکاری خود شکار بن جاتا ہے یہ فقرِ رُہبانی ہے اور فقرِ سلطانی کیا ہے؟ اک فقر جہاں گیری کو، جہاں بانی کو، قوت کو اور سلطنت کو آشکارا کرتا ہے۔ جس طرح اقبال کہتے ہیں؛

وہ نبوت ہے مسلماں کیلئے برگ حشیش
جس نبوت میں نہیں قوت و شوکت کا پیام

فقر تو حقیقت میں ہے ہی وہ جو اپنے اندر قوت رکھتا تھا، جو اپنے اندر شوکت رکھتا ہے، جو اپنے اندر جرأت رکھتا ہے، جو اپنے اندر جلال رکھتا ہے، جو اپنے اندر حکم کرنے کا حوصلہ رکھتا ہے کہ دریائے نیل نہیں بہتا تو نیل کو مخاطب کر کے کہتا ہے:

﴿فان کنت تجری بنفسک فلاحاجة وان کنت تجری باللہ فاجر علی اسم اللہ﴾

اے نیل اگر تو اپنی مرضی سے بہتا ہے پھر تیرے بہنے کی ہمیں کوئی ضرورت نہیں اگر تو اللہ کے حکم سے بہتا ہے تو تجھے حکم دیا جاتا ہے کہ تو بہہ اور نیل کی مجبوری بن جاتی ہے وہ بہنے لگا۔

اگر نہیں بہے گا تو قیامت کے دن اللہ کی عدالت میں جواب دہ ہوگا میں نے نیل کو تیرے نام سے بہنے کا حکم دیا تھا نیل نہیں بہا تھا یہ ہے فقرِ سلطانی جو حضرت عُمر رضی اللہ عنہ کے اس حکم سے جھلکتا ہے۔

ایک فقر ہے جس فقر کو اپنا کر قومیں مسکین ہو جاتیں ہیں، قومیں دلگیر ہو جاتیں ہیں، قومیں زمیں بوس ہو جاتیں ہیں، قومیں سرنگوں ہو جاتیں ہیں، دشمن طمانچہ مارتا ہے تو قومیں دوسرا گال آگے کر دیتی ہیں وہ کہتیں ہیں کہ اس منہ کے اوپر بھی طمانچہ مارلے جو فقر آج کل بدقسمتی سے مسلمانوں نے اپنا رکھا ہے وہ یہی فقر ہے کہ دشمن ایک مارتا ہے تو ہمارا دوسرا گال بھی حاضر ہے لیکن یہ وہ فقر ہے جو فقرِ رہبانی ہے جو فقرِ عیسائیت ہے یہ فقرِ محمدی صلی اللہ وعلیہ وسلم نہیں

فقرِ محمدی کیا ہے؟

اک فقر سے مٹی میں خاصیتِ اکسیری

ایک ایسا فقر بھی ہے جو زمین کو چھو لے تو زمین کو سونا بنا دیتا ہے اور پھر ہمیں یہ بتاتے ہیں فقر اور سلطنت کو تم جب جدا جدا سمجھتے ہو تو سلطنت میں ملوکیت اور لادینیت طاری ہو جاتی ہے اور فقر کے اندر رُہبانیت طاری ہو جاتی ہے فقر صرف خانقاہ تک محدود ہو جاتا ہے، فقر غار تک محدود ہو جاتا ہے، فقر صحرا تک محدود ہو جاتا ہے، فقر پہاڑوں تک محدود ہو جاتا ہے، فقر جنگلوں تک محدود ہو جاتا ہے اسی لیے وہ کہتا ہے:

بیا کہ غلغلہ در شہر دلبراں فگنیم
جنوں زندہ دلاں ہرزہ گرد صحرا نیست

آ اور یہ غلغلہ ہم دلبروں کے شہر میں طاری کر دیں کہ زندہ دلوں کا جنون صحراؤں میں اذان نہیں دیتا، زندہ دلوں کا جنون شہروں اور آبادیوں میں اذانیں دیتا ہے جہاں مخلوقِ خدا بستی ہے۔

گئے وہ ایام اب زمانہ نہیں ہے صحرا نوردیوں کا
جہاں میں مانندِ شمع سوزاں میانِ محفل گداز ہوجا

وہ وقت گزر گیا کہ جب رُہبانی تصوف صحراؤں میں خاک چھنتا پھرتا تھا۔ اب اُٹھ! اور بزمِ کائنات کی وجہِ رونق بن جا۔

اللہ نے یہ جہاں بانی، یہ قوت و شوکت، اللہ نے یہ سلطنت تیرے حوالے کر دی ہے "میانِ محفل گداز ہوجا" شمع بن کر اس جہان کے وسط میں آ جا کہ تیری روشنی سے سارا عالم منور ہو جائے اور ظلم اور استبداد کے اندھیرے چھٹ جائیں۔ فقر و سلطنت پر میں آخری مثال عرض کروں گا کہ کلیمی حضرت موسیٰ

علیہ السلام کو عطا کی گئی کلیمی اکیلی عطا نہیں ہوئی کلیمی کے ساتھ ایک بڑا اہم جُز تھا جسے ہم سُست روجمی، سُست روہندی، ٹھنڈی میٹھی باتیں سننے والے بھول جاتے ہیں اور کلیمی کے ساتھ تھا وہ ﴿فَقُلْنَا اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ﴾

وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا تھا اور اقبال نے کہا کہ

عصا نہ ہو تو کلیمی ہے کارِ بے بنیاد

کلیمی کی قوت تو عصا میں تھی کیوں کہ کلیمی الہام ہے، الہامی نظام ہے اس الہامی نظام کو زمین پر نفاذ کیلئے چھڑی چاہئے، قوت چاہیے، طاقت چاہیے، جرأت چاہیے، دلیری چاہیے، بہادری چاہیے یہ بہادری کہ دریا آگیا ہے راستے میں دشمنوں نے پُل توڑ دیا ہے تو سالار حکم کرنے کی قوت رکھے کہ دجلہ میرے لشکر کے کسی گھوڑے کے سُم بھی گیلے ہوئے تو قیامت کے دن تجھے اللہ کی عدالت میں گھسیٹ کے لے جاؤں گا یہ تیرے سپاہیوں کے گھوڑے کو ڈبوتا تھا، یہ قوت چاہیے شیرِ خدا مولا علی رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ مولائے کائنات خیبر کا قلعہ آپ نے ہی فتح فرمایا، بظاہر تو آپ کو کچھ تکلیف بھی تھی، کیسے فتح فرمایا؟ مولائے کائنات فرماتے ہیں

''میں نے خیبر کے قلعے کو نہ اپنی غذائی قوت سے فتح کیا ہے نہ ہی جسمانی قوت سے فتح کیا ہے بلکہ مَیں نے خیبر کے قلعے کو اپنے ملکوتی قوت سے فتح کیا ہے''۔

جب ہم اس چیز کو اپنی نگاہوں سے دور کر دیتے ہیں، اس پر ہم سستی کا مظاہرہ کرتے ہیں تو پھر ہمارے درمیاں فتنہ پھوٹتا ہے اور یہ چاروں چیزیں آپ دیکھتے۔ اللہ نے فرمایا کہ ''میرا محبوب جو چیز عطا کرے اُسے لے لو اُس سے وابستہ ہو جاؤ'' کیا ہم قرآن سے ان معنوں میں وابستہ ہیں؟ کیا سنّت سے ان معنوں میں وابستہ ہیں؟ کیا فقر سے ان معنوں میں وابستہ ہیں؟ اور کیا یہ سلطنت اسلامی جمہوریہ پاکستان نظریہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی بنیاد پر بننے والی سلطنت، کیا ہم اس سے وابستہ ہیں؟ کیا ہم اس کے نظریہ کے دفاع کیلئے، اس نظریے کے قاتلوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہیں؟ کیا اس نظریے کو حذف کر کے اس کی جگہ جو مغرب سے Import شدہ (جو مغرب میں ناکام ہو چکا، جس کے خلاف ۸۰ سے زیادہ ممالک میں تحریکیں کھڑی ہو گئیں اس نظام کو، اس نظریے کو یہاں لانے کی بات کر رہے ہیں جو خود ان کے ہاں ناکام ہو گیا) نظام مسلط رکھنا چاہتے ہیں اُن کو اس گناہ سے روکنے کیلئے عملی یا زبانی یا کم از کم دل ہی دل میں کوئی کاوش کرتے ہیں؟۔ ہم کیسے یہ دعویٰ کر سکتے ہیں کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّت سے پوری طرح وابستہ ہو گئے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضان سے پوری طرح وابستہ ہو گئے؟ فتح یروشلیم کے موقع پر سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے کہا اے ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ ﴿انا کنا اضل قوم فاعزنا اللّٰہ بالاسلام﴾ تم جانتے ہو بیشک ہم قیصر و کسریٰ کی طاقتوں کے سامنے ایک ذلیل اور رُسوا قوم تھے، ہمیں اللہ نے اسلام کی وجہ سے عزت عطا کی، برتری عطا کی اور ان پر قوت عطا کی۔ اے ابو عبیدہؓ یاد رکھو اگر ہم نے اسلام کے بغیر اللہ سے عزت طلب کی، ان پر حاوی ہونا چاہا جس اللہ نے ہمیں عزت عطا کر دی ہے وہی اللہ ہمیں ذلیل کر دے گا۔ ہمارے بزرگوں نے اسلام کے نام پر ﴿لاالٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ﴾ کے نظریے پہ مملکت حاصل کی تھی، یہ سرزمین حاصل کی تھی بدقسمتی ہے ہم نے ایسے لوگوں کو بالادست کر دیا جو اس نظریے کے امین نہ تھے، جن کا ﴿لاالٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ﴾ سے کوئی تعلق نہیں تھا یہاں پہ کبھی کیمون ازم لانے کی کوشش کی گئی، کبھی سوشل ازم کے لانے کی کوشش کی گئی، اب سیکولر ازم لانے کی کوشش کی جا رہی ہے جب اللہ نے کہہ دیا

﴿اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ﴾

مَیں نے دین کو مکمل کر دیا ہے۔ اسلام میں کسی ازم کی کوئی گنجائش نہیں رہ جاتی اللہ کا دین جب مکمل ہو گیا کوئی ازم اس میں نہیں پنپ سکتا۔

﴿اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ﴾

اللہ کے نزدیک دین فقط اسلام ہے۔

کسی ازم کے آنے کی یہاں کوئی گنجائش نہیں یہ ہم نے کیمون ازم کے نام پر، سوشل ازم کے نام پر اور سیکولرازم کے نام پر ملک حاصل نہیں کیا تھا ہم نے اللہ کے دین کے نام پر حاصل کیا تھا میرے اور آپ کے بزرگوں نے کیا نعرہ لگایا تھا، ہم کیوں پاکستان لے رہے ہیں، کس نظریے کا نفاذ ہم یہاں پر چاہتے ہیں، پاکستان کا مطلب کیا ہوگا؟ ﴿لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ﴾ ہوگا۔ تب ہی ہمارے بزرگ یہ کہتے تھے

پاکستان کا مطلب کیا؟ لا الٰہ الا اللہ

اس بنیاد پہ ہم نے یہ مملکت حاصل کی تھی اور ہم نے اللہ سے یہ وعدہ کیا، ہمیں دو سامراجوں کی غلامی سے نجات دے برطانوی استعمار سے نجات اور ہندو سامراج سے نجات دے، اللہ سے ہم نے کہا تیرے دین کا نفاذ کریں گے ان سامراجوں کی غلامی سے نجات عطا کر دے، اللہ نے وہ قوت جو یہ دعویٰ کرتی تھی کہ اس دُنیا میں میرا سورج کبھی غروب نہیں ہوسکتا آج جا کے دیکھیں وہ اتنی سمٹ گئی ہے، وہاں ایسے بادل چھائے رہتے ہیں جہاں سورج طلوع ہی نہیں ہوتا، گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیا۔ ہندوٴ سامراج جو ہمارا استحصال کرتا تھا اس کی غلامی سے نجات عطا کی، اللہ نے کہا مجھ سے جو وعدہ کیا ہے انہوں نے کہ میرے دین کو نافذ کریں گے وہ اللہ سے کیے ہوئے وعدے سے مُکر گئے، اللہ سے کیے ہوئے وعدے سے منحرف ہوگئے، اللہ نے کہا دو استعماروں سے نجات چاہتے تھے وہ وعدہ نہیں نبھایا تم نے، جاؤ مَیں نے تمہیں کئی استعماروں کی غلامی میں مبتلا کر دیا ہے۔ ہمارا حکیم، نبض شناس ہمیں یہ بتاتا ہے:

کیا گیا ہے غلامی میں مبتلا تجھ کو
کہ تجھ سے ہو نہ سکی فقر کی نگہبانی

آج ہمیں واپس اسی جگہ پر لوٹنا ہے جہاں سے ہم نے اپنا سفر چھوڑا تھا، جہاں سے ہمارا سفر ادھورا رہ گیا تھا اور۔

اب مَیں وہ آخری چار چیزیں عرض کروں گا کہ جن سے ہمیں رسالت مآب ﷺ نے منع کیا کہ ”ان کے قریب مت جانا“ اور اللہ نے ہمیں کہا ”میرا محبوب تمہیں جس بات سے روکے اس بات سے رک جاؤ“ کیونکہ مَیں نے اس کی زبان پہ اپنا کلام جاری کیا ہے یہ جو حکم دیتا ہے وہ میرا حکم ہوتا ہے، میری مرضی کے بغیر زبان بھی نہیں ہلاتا۔ حضور نے ہمیں جن چار چیزوں سے منع کیا اور بھی بے شمار چیزوں سے حضور نے منع کیا لیکن وہ چار چیزیں جو ہمیں اپنے معاشرے میں اندھا دھند نظر آتی ہیں جسے ہم پنجابی میں کہتے ہیں کہ ”انھے وا نظر آوندیاں نیں“ اور حضور نے ان چار اعمال سے ہمیں منع کیا شرک، جھگڑے، فحاشی اور طلاق سے۔ آج آپ اپنے معاشرے میں دیکھتے ہیں، اپنے گردوپیش میں نگاہ ڈال کے دیکھیں! حضور نے بے شمار چیزوں سے ہمیں منع فرمایا ہے وہ بہت ہی بنیادی ہیں، اور ہمارے اندر بہت زیادہ سرایت کر گئی ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ

اللہ تعالیٰ نے تین چیزوں کو پسند فرماتا ہے وہ تین کام تم نہ کرو اللہ اس بات کو پسند فرماتا ہے فرمایا ایک عبادت میں کوتاہی نہ کرو، دوسرا اُس کی ذات کے ساتھ شرک نہ کرو۔



آج یہ اذان کہاں کھوگئی؟ اللہ اکبر میرا دستور سب دستور سے بڑا ہے میرے دستور سے بڑا کسی دستور کومت مانو۔اللہ اکبر میرا عطا کردہ نظامِ زندگی ،نظامِ سیاست،نظامِ معیشت،ہر نظامِ زندگی،ہر نظامِ سیاست اور ہر نظامِ معیشت سے بڑا ہے اس سے بڑا کسی کومت مانو آج یہ اذان کہاں کھوگئی کہ اقبال کونوحہ کرنا پڑا،مرثیہ کرنا پڑا کہ

واعظِ قوم کی وہ پختہ خیالی نہ رہی
برگ ِ طبعی نہ رہی شعلہ مکانی نہ رہی
فلسفہ رہ گیا تلقینِ غزالی نہ رہی
رہ گئی رسمِ اذاں ، روحِ بلالی نہ رہی

روحِ بلالی کیا ہے اُمیہ بن خلف میرے سینے پہ جتنا بڑا مرضی پتھر رکھ لے، مجھے گھسیٹ لے مکہ کی گلیوں میں،سنگلاخ چٹانوں پہ گھسیٹ،تپتی ریت پرلٹا،میرے جسم پر کوڑے مر میرے پشت پر کوڑے مار میرے سینے پر کوڑے مار میرے چہرے پر کوڑے مار لیکن اس کی واحدنیت کی Commitment کر چکا ہوں،اس کی واحدنیت پر کوئی Compromise نہیں کروں گا،ہر نماز پر یہ کہتے ہیں اس کی پہلے تعریف کرتے ہیں کہ تو تعریف کے لائق ہے جو سب جہانوں کو پالنے والا ہے آخرت بھی تیرا ہی دن ہے تو ہی اس دن عادلِ اعظم ہوگا اور اسے یہ وعدہ بھی کرتے ہیں کہ تیری ہی عبادت کرتا ہوں،تیرے علاوہ کسی کو خاطر میں نہیں لاؤں گا صرف تجھ ہی سے مانگوں گا۔کیا آج ہم انفرادی اور اجتماعی طور پر یہ سمجھتے نہیں

﴿اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ﴾

سے ہم منحرف ہوئے،اس عہد میں ہم کمزور ہوئے،اس عہد میں ناپختہ ہوئے اور توحید کو،واحدنیت کو ہم نے انبیائے کرام علیہم السلام کے انقلابی نظریے کی بجائے،نبی آخرالزمان کے انقلابی نظریے کی بجائے،خلفائے راشدین کے انقلابی نظریہ کی بجائے ہم نے توحید کو علمِ کلام کے ایک مسئلے تک محدود کر دیا۔

زندہ قوت تھی جہاں میں یہی توحید کبھی
آج کیا ہے فقط اِک مسئلۂ کلام

حضور نے کہا شرک کے پیچھے مت جانا،شرک میں نہ پڑ جانا،ہم نے شرک کو اپنا لیا،اللہ نے کہا میرے محبوب کی عطا کی ہوئی چیز کو نہیں تھامو گے،میرے محبوب نے جس چیز سے منع کیا اُس چیز سے منع نہیں ہو گے تو پھر

﴿اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ﴾

''اللہ کا عذاب بڑا سخت ہے'' وہ اپنا عذاب لے آتا ہے اور دوسری چیز جس سے حضور نے ہمیں منع کیا وہ جھگڑا تھی جھگڑے سے ہمیں رسالت مآب ﷺ نے منع فرمایا کہ آپس میں جھگڑ نا مت اور اس حد تک حضور نے ہمیں محتاط رہنے کا حکم دیا

﴿لاترجعوا بعدی کفارا یضرب بعضکم رقاب بعد﴾

میرے بعد کافر نہ ہو جانا کہ تم میں سے بعض لوگ،بعض لوگوں کی گردنیں مارتے پھریں،ایک دوسرے کو قتل کرتے پھرو،میرے بعد کافر نہ ہو جانا،حضور نے ہمیں اس بات سے منع کیا آج آپ دیکھیں کہ ہم ایک دوسرے کی گردنیں نہیں مارتے،مذہب میں،سیاست میں،چوہدراہٹ میں، نمبرداری میں،پیرداری میں،ملاداری میں،ہر چیز میں پکھنڈ بازیاں بنائی ہوئیں ہیں اور ایک دوسرے کو قتل کرتے پھرتے ہیں،ایک دوسرے کا خون کرتے پھرتے ہیں؟حضور نے اس قدر محتاط رہنے کا کہا حضور رسالت مآب کا فرمان ہے

"خبردار کوئی مسلمان اپنے مسلمان بھائی کی طرف ہتھیار کا اشارہ تک نہ کرے کیونکہ اسے معلوم نہیں شیطان وہ ہتھیار اس کے ہاتھ سے جاری کردے" یہ جو ہمیں بزرگ کہتے ہیں پستول پڑا ہو تو بھائی کسی کی طرف اس کا منہ نہ کرو یہ احتیاط ہماری اپنائی ہوئی نہیں یہ رسالت مآب ﷺ کا حکم ہے اور آج ہم جھگڑتے پھرتے ہیں، لڑتے پھرتے ہیں، مارتے پھرتے ہیں ایک دوسرے کو، کس بات پر؟ مذہب کے نام پر، سیاست کے نام پر، کبھی غنڈہ گردی کے نام پر، کبھی چوہدراہٹ کے نام پر کس جگہ پر اس کی اجازت دی گئی اور مَیں تمام علماء کرام سے، تمام مشائخ عظام سے گزارش کروں گا کہ یہ اکیسویں صدی ہے اور جس نے اکیسویں صدی میں ان جھگڑوں کو نہ چھوڑا، ان جھگڑوں اور فسادات کو نہ چھوڑا، اس تحارب اور تصادم کو نہ چھوڑا تو یاد رکھیئے کہ آپ اللہ کی عدالت میں جواب دہ ہوں گے آج تک ہم نے کیا رویہ اپنائے رکھا ہم دین کو مسلک پر قربان کرتے رہے، دین کو سلاسل پر قربان کرتے رہے لیکن یہ وقت آن پہنچا ہے کہ اب مسالک کو دین پر قربان کرنا ہوگا اور سلاسل کو دین پر قربان کرنا ہوگا، ہمیں یہ اوّلیت مقرر کرنی ہوگی اور لوگوں کو بتانا ہوگا کہ میرے لیے اوّل حیثیت میرے مسلک کی ہے یا میرے لئے اوّل حیثیت میرے دین کی ہے؟ یہ ببانگ دہل کہنا ہوگا کہ میرے لیئے اوّل حیثیت میرے سلسلے کی ہے، یا میرے لیے اوّل حثیت میرے دین کی ہے؟

اور آخری گزارش نواہی میں تیسری اور چوتھی چیز اور امر ونہی میں ساتویں اور آٹھویں چیز طلاق اور فحاشی ہیں جن سے حضور آقائے دو جہان ﷺ نے منع فرمایا ہے۔

میرے بھائیو اور بزرگو! یہ ہمارے معاشرے کا انتہائی اندوہناک اور انتہائی دردناک پہلو ہے حضور رسالت مآب ﷺ نے بڑی وضاحت سے یہ فرمایا کہ

"وہ چیزیں جو حلال کی گئی ہیں ان میں اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ ناپسند طلاق ہے"۔

ایک دوسرے مقام پر حضور رسالت مآب نے فرمایا

"وہ عورت جو کسی بھی وجہ کے بغیر اپنے شوہر سے طلاق کو طلب کرے اس پر جنت کی بُو بھی حرام کردی جاتی ہے"۔

اور آج یہ تصادم، آج یہ فتنہ ہمارے معاشرے میں صرف ایک طرف سے نہیں دونوں طرف سے ہے زوج کی طرف سے بھی اور زوجہ کی طرف سے بھی۔ اور اس کی بنیادی وجہ وہ بڑھتی ہوئی فحاشی ہے، وہ بڑھتی ہوئی عریانی ہے، وہ بڑھتا ہوا ہمارا انٹی سوشل رویہ ہے کہ جس نے ہمیں کسی احتساب کے عمل میں لائے بغیر سوشل نیٹ ورکنگ ویب سائٹس کی سہولیات اور سستے ترین ایس ایم ایس فراہم کردیئے اور نتیجتاً ہمارے معصوم بچے، ہماری معصوم بچیاں، ہمارے معصوم بھائی، ہماری معصوم بہنیں، ہمارے معصوم بیٹے، ہماری معصوم بیٹیاں وہ آج ایک غلیظ، نجس، پلید اور شہوانی جذبے کی تکمیل پر، خواہش نفس کی تکمیل پر مبنی ایک جھوٹی محبت اور نجس محبت میں مبتلا ہو کے اپنے خاندان کے دامن کو تار تار کردیتے ہیں، اپنی دہلیز کو جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دیتے ہیں اور حدود اللہ کو، حدود رسول اللہ کو قدموں کے تلے روندتے ہوئے آگے گزر جاتے ہیں۔ دوستو! یقین کریں کہ جن شرفاء پر یہ بیتتی ہے وہ دُنیا میں منہ اٹھا کے چل نہیں سکتے، شرفاء کو خودکشیاں کرتے دیکھا ہے فقط اس لیے کہ معاشرے میں کون سامنہ لے کر جائیں گے۔ آج یہ وہ فتنہ ہے جس سے رسول کریم ﷺ نے ہمیں متنبہ فرمایا تھا کہ طلاق حلال تو ہے لیکن یہ اگر فحاشی اور عریانی کے ضمن میں آگے بڑھے گی تو اللہ تعالیٰ نے اسے شدید ناپسند کیا ہے اس لئے آج آپ دیکھیں پاکستان میں سو شادیاں ہوئیں اور تینتیس کو طلاق ہو جاتی ہے یعنی تین میں سے ایک کو طلاق ہو جاتی ہے اور آج اگر ہمارا معاشرہ قائم ہے تو اس ہمارے فیملی یونٹ کے اوپر قائم ہے جتنی تباہی، جتنی غربت، افلاس، بھوک، دہشتگردی اور یہاں یہ فتنہ اور فساد جو پھوٹتے ہیں مَیں آپ تمام یہاں ذی شعور بیٹھے ہیں میں پوری ذمہ داری سے کہتا ہوں مغرب میں کسی ملک کے اندر، اگر ایک سال کیلئے بھی یہ غربت اور افلاس، ایک سال کیلئے یہ بدترین فسادات کسی بھی ملک کے اندر ہو جائیں خدا کی قسم اس ملک کے ایک سال کے بعد پرزے پرزے ہو جائیں وہ بکھر جائے وہ منتشر ہو جائے وہ لوگ ہلاک ہو جائیں برباد ہو جائیں کیونکہ آج مغرب میں فیملی یونٹ بکھر چکا ہے مغرب میں ان کا خاندانی ڈھانچہ نہیں رہا اگر ہم اس بدترین افلاس کو

برداشت کر کے، بدترین فسادات کو برداشت کر کے، اس بدترین، بدانتظامی کو برداشت کر کے اگر بیٹھے ہیں تو اس کی وجہ ہمارا خاندانی یونٹ ہے، ہمارا خاندانی ڈھانچہ ہے ہمارا یہ خاندانی ڈھانچہ اگر اسی طرح بکھرتا رہا اس طرح ٹوٹتا رہا تو مغرب کی طرح یہاں پہ شرح فحاشی سو فیصد سے زیادہ ہوگئی اگر شرح طلاق نوے فیصد سے تجاوز کر گئی آپ کا معاشرہ قائم نہیں رہے گا یہاں پہ کوئی نہ دین ہوگا، نہ یہاں پہ کوئی دین کا نام لیوا ہوگا نہ کوئی دین کا علم بلند کرنے والا ہوگا اس لیے میرے بھائیو اور بزرگو یہ تلخ باتیں ضرور ہیں، یہ سخت باتیں ضرور ہیں، یہ کڑوی باتیں ضرور ہیں، یہ باتیں زہر لگتی ہیں، بری لگتی ہیں لیکن آپ یاد رکھیے اگر اس معاشرے میں آپ نے اس کے اوپر احتساب نہ رکھا، آپ نے جرأت کا مظاہرہ نہ کیا، ہم اُجڑ رہے ہیں ہم مزید اجڑ جائیں گے پورا معاشرہ بکھر جائے گا، گلیوں، بازاروں میں فحاشی عام ہو جائے گی۔ گلی کوچوں میں یہاں عریانی عام ہو جائے گی یہ وہی معاشرہ بن جائے گا کہ جس معاشرے کیلئے اقبال نے بتایا ہے کہ

گو فکرِ خداداد سے روشن ہے زمانہ
آزادیٔ افکار ہے ابلیس کی ایجاد

آزادی فکر، یہ مغرب کی بنائی ہوئی فکر، یہ ہمارے اوپر رائج عمل نہیں ہو سکتی یہ ہمارے امراض کی دوا نہیں ہے اور اس طرح اقبال ہمیں یہ بتاتا ہے کہ

ہو فکر اگر خام تو آزادی افکار
انسان کو حیوان بنانے کا طریقہ

کیا ہم اپنے معاشرے کو حیوانی معاشرہ بنانا چاہتے ہیں؟ کہ بیٹی کا، بہن کا، ماں کا اور بہو کا تقدس ختم ہو جائے جس کی مرضی آئے جس کی طرف چاہے میلی نظر اٹھا کے دیکھتا رہے۔ یہ معاشرہ ہم چاہتے ہیں؟ کونسا معاشرہ چاہتے ہیں؟ یہاں پھر ہم کہتے ہیں کہ خدا کا عذاب کیوں آیا یہ وہ برا بدترین نظام ہے مغرب کا، مجھے بتائیے کہ یہ بڑی بڑی موبائل کمپنیاں یہاں بیٹھی ہیں، یہ بڑے سستے سستے پیکیجز اور ایسی تمام چیزیں جو وہ اناؤنس کرتی ہیں اس میں ایک عام آدمی کا کتنا فائدہ ہے اور اس میں فحاشی کا فروغ کتنا ہے؟ آپ مجھے بتائیے کیوں ہم کبوتر کی طرح اپنی آنکھیں بند کر لیتے ہیں؟ کیوں ہم حق بات کو نہیں کہتے؟ کیوں ہم سچ بات کو نہیں کہتے؟ یہ جی رات آٹھ بجے سے لیکر صبح چھ بجے تک Free ہوگا، یہ ہوگا وہ ہوگا۔ مجھے یہ باتیں زیب نہیں دیتی ممبر رسول پر کھڑے ہو کے لیکن وہ تلخ حقائق ہیں انہیں مانے بغیر چارا نہیں، ایڈریس کیے بغیر چارہ نہیں، کونسا کاروبار ہوتا ہے رات آٹھ سے صبح چھ بجے تک؟ کس کیلئے کیا جاتا ہے؟ کیوں ہم آواز نہیں اٹھاتے اس غلیظ، نجس اور پلید پالیسی کے خلاف؟ کیوں نہیں ہماری آوازیں بلند ہوتیں فحاشی کے اس فروغ کے خلاف؟ کیوں ہماری زبانیں گونگی ہو جاتیں ہیں سوشل نیٹ ورکنگ پر جو کچھ ہو رہا ہے؟ پاکستان بدقسمتی سے ایک اسلامی ملک ہونے کے باوجود دنیا میں تیسرے نمبر پر ہے جہاں فحش ویب سائٹس زیادہ دیکھی جاتی ہیں کیا اس پر ہمیں اپنے گھروں پہ، اپنے بچوں پہ، اپنے بچیوں پہ کسی نظامِ احتساب کی ضرورت نہیں؟ حضرت عمرؓ کا قول یاد رکھیے حضرت عمرؓ نے فرمایا

''اپنا احتساب کر لو کہ اس سے پہلے کہ تمہیں اللہ کی عدالت میں اپنا احتساب دینا پڑے، اپنے اعمال تول لو اس سے پہلے کہ اللہ کی بارگاہ میں تمہارے اعمال رکھ دیے جائیں؟ وہاں پہ تمہارے یہ ہاتھ، تمہارا یہ چہرا، تمہاری زبان، تمہارے پاؤں، تمہاری ہر چیز گواہی دے گی اور قرآن میں اللہ پاک فرماتا ہے کہ ''اس دن یہ زمیں سب کچھ اُگل دے گی، یہ زمیں سب کچھ بتا دے گی''

حضور نے مزید اس کی وضاحت میں ارشاد فرمایا کہ

''کب کس شخص نے، کس وقت، کس جگہ اور کیا کیا۔ زمین یہ سارا کچھ اُگل دے گی''

ہمیں کوئی خوف نہیں رہا خدا کا؟

﴿وَاتَّقُوا اللّٰہَ اِنَّ اللّٰہَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ﴾

''ڈرو اللہ سے اللہ کا عذاب بہت سخت اور شدید ہے۔''

میرے بھائیو اور بزرگو! اصلاحی جماعت و عالمی تنظیم العارفین یہی پیغام لے کے آپ کے پاس آئی ہیں کہ خدارا ہماری جو بنیاد ہے رسول اللہ سے محبت کی اس بنیاد پہ ہم نظر ثانی کریں میں آخر میں اپنی تمام بات کو تین چار جملوں میں عرض کروں اللہ نے کہا

''میرا محبوب جو کہے اسے مانو جس سے منع کرے اس سے رک جاؤ مجھ سے ڈرو ورنہ میرے عذاب کیلئے منتظر رہو۔''

حضور نے کس چیز کا حکم دیا؟

''قرآن سے وابستہ ہو جاؤ اور سنت سے وابستہ ہو جاؤ اور فقر و سلطنت کا راستہ اختیار کرو''۔

کس چیز سے منع کیا؟

شرک سے منع کیا، جھگڑے سے، باہمی لڑائی سے منع کیا، فحاشی سے منع کیا اور طلاق سے منع کیا، ان سے باز آجاؤ، اللہ سے ڈرو ورنہ اس کا عذاب تمھارے اوپر طاری کر دیا جائے گا''

میں یہی دعوت آپ سب بھائیوں کو دوں گا کہ آئیں آج ہمیں اپنے آپ سے اس تبدیلی کا آغاز کرنا ہے اور اپنے گھروں میں جا کر حضور رسالت مآب ﷺ کی سنت کے مطابق کہ سب سے پہلے آپ ﷺ نے اُم المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہ کو اسلام کی دعوت دی، اپنے گھر میں یہ اذان دیں، اپنے بچوں میں یہ اذان دیں، اپنے رشتہ داروں میں یہ اذان جا کے دیں، اپنی گلیوں میں جا کر یہ اذان دیں، اپنے محلوں میں جا کر یہ اذان دیں، اپنے قصبوں میں جا کر یہ اذان دیں، اپنے شہروں میں یہ اذان دیں، اور اپنے دفاتر میں، اپنی دکانوں میں، اپنے کالجز میں، اپنی یونیورسٹیز میں، اپنی لیبارٹریز میں، اپنی لائبریریز میں، آپ جا کر یہ اذان دیں۔ یہ اذان مجھ پر بھی فرض ہے، یہ اذان آپ پر بھی فرض ہے، یہ اذان آج اللہ کے ہر نام لیوا پر، آج مصطفیٰ ﷺ کے ہر نام لیوا پر، آج ہر کلمہ گو پر یہ اذان فرض ہے اور آج یہ اذان بلند ہوگی جب یہ اذان آپ دیں گے تو یقین جانیں ظلم اور استبداد کی یہ کالی گھٹائیں چھٹ جائیں گی، ظلمت اور تاریکی کی یہ کالی گھٹائیں چھٹ جائیں گی، یہ تعصب کے، ظلمت کے، استبداد کے، سامراجیت کے، استعمار کے یہ اندھیرے جو ہمارے اوپر چھائے ہوئے ہیں یہ اندھیرے چھٹ جائیں گے کیونکہ ابلیس نے ہماری اس اذان کو دبا رکھا ہے یہ اذان بلند ہوئی مغرب کا استبداد مٹ جائے گا، یہ اذان بلند ہوئی یہ جاگیرداری استبداد مٹ جائے گا، یہ اذان بلند ہوئی یہ سامراجی استبداد مٹ جائیگا اور صرف اللہ کا نام قائم ہو جائے گا، رات ختم ہو جائے گی صبح طلوع ہوگی اُس کی کرنیں پھوٹیں گے اُس کی شبنم آئے گی، اُس کی روشنی سے زمانہ منور ہو جائے گا، اس دُنیا میں امن قائم ہو جائے گا کیوں؟ یہ اذان اُسی وقت آتی ہے اور مغرب کی رات اسی بات سے لرزتی ہے کہ کہیں مومن اُسی اذان کی طرف راغب نہ ہو جائے لیکن آج یہ مومن کا عہد ہے کہ ہم نے وہ اذان دینی ہے، وہ سحر طلوع کرنی ہے، وہ صبح طلوع کرنی ہے، وہ سورج طلوع کرنا ہے جو امن کا سورج ہوگا، جو آشتی کا سورج ہوگا، جو توحید کا سورج ہوگا، جو رسالت کا سورج ہوگا، جو مساوات کا سورج ہوگا، جو حریت کا سورج ہوگا اور جو اخوت کا سورج ہوگا۔ یہی بات ہمیں علامہ اقبال نے بتائی؛

وہ سحر جو کبھی فردا ہے کبھی ہے امروز
نہیں معلوم کہ ہوتی ہے کہاں سے پیدا
وہ سحر جس سے لرزتا ہے شبستان وجود
ہوتی ہے بندۂ مومن کی اذاں سے پیدا

آپ مومن بنیں اور دُنیا میں جا کہ یہ اذان دیں۔

DOCUMENTARY SERIES ON SULTAN UL FAQR (VOL-1)

شاندار ڈاکیومینٹری فلم

خوشخبری

سلطان الفقر

Also Available In Other Languages

Al-Arifeen Digital Production

حضرت سلطان محمد اصغر علی

خانوادۂ حضرت سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ

۱۴/اگست ۱۹۴۷ء تا ۲۶/دسمبر ۲۰۰۳ء

حضرت سُلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے ہمہ جہت شخصیت بنایا تھا جہاں آپ سُلطان الفقر اور ایک صاحبِ نگاہ مُرشد تھے وہیں آپ ایک ولولہ انگیز قائد اور صاحبِ بصیرت مفکّر بھی تھے جہاں آپ فنِ تعمیر کا ذوقِ جمال رکھتے تھے وہیں آپ فنِ شہسواری اور تازی داری کی بے مثال مہارت رکھتے تھے۔ جہاں آپ اپنے صُحبت نشینوں سے عجائباتِ قرآن کی تفسیر اور سُنّتِ رسول ﷺ کے احیاٗ کے عملی تقاضوں پر مبنی گفتگو فرماتے وہیں آپ طالبانِ مولیٰ کو تزکیۂ نفس، تصفیۂ قلب، تجلیٔ روح، حاضراتِ تصورِ اسم اللہ ذات اور تصوّف کے اَسرار و رموز سے آشنا فرماتے۔ آپ کی طبع اور اندازِ گفتگو خُلقِ محمدی ﷺ کی عملی تفسیر تھے۔



Produced & Released by:
AL-Arifeen Digital Production

Script & Direction:
Tariq Ismail Sagar

Voice Over:
Shujat Hashmi

Project Coordinator:
M. A. Khan (Luton - UK)

AL-ARIFEEN DIGITAL PRODUCTION Lahore Pakistan ®

Head Office: Darbar Hazrat Sultan Bahoo. (R.H.) Jhang (Punjab) Pakistan.

Office: Monthly Mirrat ul arifeen international P.O.Box 11 G.P.O Lahore
Ph & Fax:+ 92-42-37509009

www.alfaqr.net